﴿... اِنَّ الفَضلَ بِيَدِاللّٰهِ يُؤتِيهِ مَنْ يشَاءُ﴾ (آل عمران: ٧٤) ﴿... عَسٰى اَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحمُودًا﴾ (بنى إسرائيل: ٨٠)

الفضل

ہفت روزہ — انٹرنیشنل

مدیر أعلیٰ: نصیر أحمد قمر

جلد ۱ — جمعہ ۲۴ جون ۱۹۹۴ء — شمارہ ۲۵

ارشادات عالیہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی توہین کا مرتکب کون ہے؟

"یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم انبیاء کو گالی نکالتے ہیں۔ حالانکہ کسی کو وفات یافتہ کہنا گالی نہیں ہوتی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب وفات پاگئے تو اور کون زندہ رہے؟ انہوں نے خود مر کر دکھایا کہ سب نبی فوت ہو گئے ہیں اور پھر معراج کی رات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عیسیٰؑ کو وفات یافتہ انبیاء میں دیکھا۔ اصل میں گالی تو یہ نکالتے ہیں جو افضل الرسل سید المعصومین کو (معاذ اللہ) شیطانی مس سے آلودہ سمجھتے ہیں اور حضرت عیسیٰ کو پاک سمجھتے ہیں۔ کتنے اندھیر کی بات ہے کہ یہ لوگ باوجودیکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء سمجھتے ہیں، انہیں کا کلمہ پڑھتے اور انہیں کی امت سے ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں مگر پھر انہیں سے نافرمان ہو کر انہیں پر الزام لگاتے ہیں۔ یہ آخری زمانہ ہے اگر عیسائی ہدایت پا جائیں تو پا جائیں مگر یہ لوگ اپنے اس عقیدہ سے باز نہیں آئیں گے بلکہ اسی کی تائید پر زور دیں گے۔ اتنا نہیں سوچتے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے معجزہ مانگا گیا تھا۔ "اَوْ تَرْقٰى فِى السَّمَآءِ" یعنی آسمان پر چڑھ جاؤ کہا گیا تھا تو خدا تعالیٰ نے یہی جواب دیا تھا کہ "قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا" (بنی اسرائیل: ۹۴) یعنی خدا تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ وہ اپنے وعدے کا تخلف کرے۔ میں ایک بشر رسول ہوں۔ بشر رسول آسمان پر نہیں جایا کرتے۔ اب یہ لوگ جو حضرت عیسیٰؑ کو آسمان پر چڑھاتے ہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ اسے بشر بھی نہیں سمجھتے۔ کیونکہ بشر کے لئے تو خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ آسمان پر نہیں جا سکتا۔ اصل میں یہ لوگ اسلام کے سخت دشمن ہیں۔ جس شخص کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہیں وہ بے ایمان ہے۔ خدا تعالیٰ تو ایک مومن کا بھی پاس کرتا ہے جیسے فرمایا "وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ (آل عمران: ۶۹) وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ (الجاثیہ: ۲۰)"۔ افسوس ان لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کیسے کیسے الزام لگائے۔ مشرق سے لے کر مغرب تک چاروں طرف دوڑو۔ کسی سچے مسلمان کا یہ عقیدہ نہیں ہو سکتا کہ حضرت عیسیٰؑ تو مس شیطان سے پاک ہیں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (معاذ اللہ) پاک نہیں۔ اس بات کا ہمیں کوئی جواب دے بشرطیکہ وہ ایماندار ہو کہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت یونس سے بھی گئے گزرے ہو گئے؟ افسوس کہ ان لوگوں نے دین کا ستیاناس کر دیا۔ جب کافروں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے قسمیں کھائیں تھیں کہ آپ ہمارے سامنے آسمان پر چڑھ کر دکھا دیں اس کے بعد ہمارا آپ سے کوئی جھگڑا نہیں ہو گا بلکہ ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے تو ہمیں بتلاؤ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان پر چڑھنے سے کیوں انکار کر دیا تھا اور کیوں کہہ دیا تھا کہ بشر آسمان پر نہیں جا سکتا اور پھر ان لوگوں کے پاس اگر کسی بشر کے آسمان پر جانے کی نظیر موجود تھی تو وہ پیش کر دیتے۔ کیوں وہ اس جواب کے سنتے ہی خاموش ہو گئے۔ ہمیں بتلاؤ کہ جب انہوں نے آسمان پر چڑھتے دیکھ کر ایمان لانے کا وعدہ کیا تھا تو کیوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان پر چڑھ کر دکھایا۔ یہ کیوں کہہ دیا کہ "سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا (بنی اسرائیل: ۹۴)"

سبحان کا لفظ اس لئے بولا گیا ہے کہ سبحان کے معنی ہیں ہر عیب سے مبرا۔ لیکن وعدہ کو توڑنا تو سخت عیب ہے۔ خدا تعالیٰ نے وعدہ کیا ہوا تھا کہ "اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا اَحْيَآءً وَّاَمْوَاتًا" (المرسلات: ۲۶، ۲۷) " جس کا یہ مطلب ہے کہ ہم نے زمین کو زندوں اور مردوں کے سمیٹنے کے لئے کافی بنایا ہے۔ اور اس میں ایک کشش ہے جس کی وجہ سے زمین والے کسی اور جگہ زندگی بسر کر ہی نہیں سکتے۔ اب بشر آسمان پر گیا ہوا مان لیا جاوے تو نعوذ باللہ ماننا پڑے گا کہ خدا تعالیٰ نے اپنا وعدہ توڑ دیا۔ غرض اسی کی تائید کے واسطے سبحان کا لفظ بولا گیا ہے کہ اللہ بے عیب ہے وہ وعدہ خلافی نہیں کیا کرتا اور میں تو ایک بشر ہوں۔ بشر آسمان پر نہیں جا سکتا۔

اور پھر دیکھو کہ "فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ" میں حضرت عیسیٰؑ کا صاف طور پر اقرار موجود ہے کہ عیسائیوں کے بگڑنے کی مجھے خبر نہیں۔ اب ان لوگوں کی یہ عجیب قسم کی مولویت ہے کہ حضرت عیسیٰؑ تو قیامت کے دن اقرار کریں گے کہ میں دوبارہ زمین پر نہیں گیا اور عیسائیوں کے بگڑنے کا جب ان سے سوال کیا جائے گا تو وہ کانوں پر ہاتھ دھریں گے اور اپنی بے خبری جتلائیں گے۔ لیکن یہ ہیں کہ ان کو دوبارہ اتار رہے ہیں۔ اب انصاف سے بتلاؤ کہ کیا یہ ہماری اپنی بنائی ہوئی باتیں ہیں؟ سوچو تو سہی کہ وہ تو بیچارے بار بار خدا تعالیٰ کے سامنے اقرار کرتے ہیں کہ مجھے خبر نہیں کہ عیسائیوں نے مجھے پوجا ہے یا کسی اور کو۔ اور اپنے خدا یا خدا کا بیٹا بنائے جانے سے لاعلمی ظاہر کریں گے مگر یہ لوگ کہتے ہیں کہ قیامت سے پہلے دنیا میں نازل ہوں گے۔ کسر صلیب کرینگے لڑائیاں کریں گے اور سب مشرکوں کو قتل کر کے مسلمان کر دیں گے۔ جس سے ماننا پڑتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ خدا تعالیٰ کے سامنے جھوٹ بولیں گے اور باوجود عیسائیوں کے اعتقاد سے خبر رکھنے کے لاعلمی ظاہر کریں گے۔

(ملفوظات جلد پنجم (طبع جدید) صـ ۳۵۰، ۳۵۱)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی حضرت مولوی محمد حسین صاحبؓ وفات پاگئے

حضرت مولوی محمد حسین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ (سبز پگڑی والے) لمبی علالت کے بعد ۱۹ جون ۱۹۹۴ء کو اسلام آباد (پاکستان) میں بقضائے الٰہی رحلت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ ۱۸۹۳ء میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۰۱ء میں آپ کو حضرت مسیح موعود و مہدی موعود علیہ السلام کی زیارت کی سعادت نصیب ہوئی اور ۱۹۰۲ء میں دستی بیعت کا شرف حاصل کیا۔ اکتوبر ۱۹۴۷ء میں قادیان سے ہجرت کر کے پاکستان تشریف لے آئے۔

حضرت مولوی صاحبؓ کے والد حضرت میاں محمد بخش صاحبؓ آف بٹالہ تھے۔ آپ وہی بزرگ تھے جنہوں نے مشہور مقدمہ مارٹن کلارک (اگست ۱۸۹۷ء) کے دوران مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو اپنی چادر سے یہ کہہ کر اٹھا دیا تھا کہ "اٹھو میری چادر چھوڑ دو۔ جو عیسائیوں سے مل کر ایک مسلمان کے خلاف جھوٹی گواہی دینے آیا ہو، اسے بٹھا کر میں اپنی چادر پلید نہیں کرا سکتا"۔ (ارشاد حضرت مصلح موعودؓ منقولہ الفضل جلد ۲۴ نمبر ۴۶، صـ ۷، ۸)

(بقیہ صـ ۱۳ پر ملاحظہ فرمائیں)

مختصرات

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے جماعت احمدیہ کو جو نظام خلافت عطا فرمایا ہے وہ اتحاد و وحدت کا ذریعہ بھی ہے اور روحانی، علمی اور دینی میدانوں میں ترقیات کا وسیلہ بھی۔ اس کی ایک مثال مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ کا پروگرام "ملاقات" ہے جو ہر روز دور دراز ممالک میں خلافت کے شیدائیوں کو خلیفہ وقت کی زیارت کا موقع بھی دیتا ہے اور علم و عرفان سے اپنی جھولیاں بھرنے کا بھی۔ ان پروگراموں کو دیکھنے والا ہر شخص یہی سمجھتا ہے کہ گویا وہ بھی اس ملاقات میں شامل ہے اور حضور انور کے قدموں میں حاضر ہے۔ اس پروگرام کا یہ مختصر اشاریہ اس غرض سے شائع کیا جاتا ہے کہ احباب اس کے حوالے سے اصل پروگراموں کو دیکھ سکیں۔ حقیقی لطف تو ان پروگراموں کو مکمل صورت میں دیکھنے میں ہے۔

۱۳، ۱۴ جون ۱۹۹۴ء. ان دنوں میں پروگرام کے مطابق حضور انور نے ہومیو پیتھی طریق علاج کے بارہ میں کلاسوں کا انعقاد فرمایا اور مختلف ادویات کے خواص اور استعمال پر روشنی ڈالی۔ یہ کلاس محمود ہال میں منعقد ہوتی ہے جس میں احباب اور پردہ کی رعایت کے ساتھ خواتین بھی شامل ہوتی ہیں۔

۱۵ جون ۱۹۹۴ء. آج کی مجلس میں حضور انور نے اس اعتراض کا تفصیلی جواب دیا کہ جماعت احمدیہ انگریز کا خود کاشتہ پودا ہے۔ حضور انور نے مدلل طریق پر ثابت فرمایا کہ درحقیقت جماعت احمدیہ پر یہ بے بنیاد الزام لگانے والے خود انگریزوں کے خود کاشتہ پودے ہیں۔ حضور انور نے ہدایت فرمائی کہ گزشتہ سالوں میں حضور نے اس موضوع پر جو تین خطبات دئے تھے وہ باقاعدہ اعلان کر کے دوبارہ ٹیلی کاسٹ کئے جائیں۔ مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ کا ذکر کرتے ہوئے حضور نے فرمایا کہ ساری جماعت اس نیک کام کے لئے کلیۃً وقف ہو چکی ہے اس کے لئے جماعت کے افراد کی قربانیاں بے مثال ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ انقلابی روح کے ساتھ دھڑکتے ہوئے یہ دل ــــ کیا انگریز کے خود کاشتہ پودے کا حال ہے؟

حضور انور نے بڑے جلالی انداز میں فرمایا کہ خدا تعالیٰ اس جماعت کی پشت پر کھڑا ہے۔ مخالفین کو بڑے زوردار الفاظ میں متنبہ فرمایا کہ آج عالم اسلام پر جو مصائب چھائے ہوئے ہیں اور جن مصیبتوں نے انہیں گھیرا ہوا ہے یہ سب تمہارے کردار کا نتیجہ ہے اور خدا تعالیٰ کی طرف سے مواخذہ ہے لیکن تمہیں یہ بات سمجھ نہیں آتی اور بار بار کی تنبیہ کے باوجود تمہیں سمجھ نہیں آتی۔

حضور نے مخالفین احمدیت کو مخاطب کرتے ہوئے بڑے درد سے فرمایا کہ ایک بار پھر میں تمہیں کہتا ہوں کہ ان باتوں سے رک جاؤ۔ یاد رکھو کہ جب بھی میں اس سے قبل تمہیں متنبہ کرتا رہا ہوں تو خدا ہمیشہ اس کو پورا کرتا رہا ہے۔ اگر تم نہیں رکو گے تو تم اپنے اوپر بڑی آفتیں سہیڑ لو گے اور بڑی مصیبتیں تم پر اتریں گی۔ ہر ظلم کی ایک حد ہوا کرتی ہے اس سے آگے خدا تعالیٰ جانے نہیں دیتا۔ آگے تمہاری مرضی ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں ظلموں سے ہاتھ روکنے کی توفیق بخشے۔ حضور نے بڑے کرب سے فرمایا کہ امت مسلمہ پر جو مصیبت پڑے گی اس کا دکھ بھی تمہیں نہیں ہو گا بلکہ ہم ہی اس کا درد محسوس کریں گے۔ یہ درد ہمیں آج بھی ہے، کل بھی ہو گا اور اگر دعائیں بھی کسی نے کیں تو ہم ہیں کرتے رہیں گے۔ تم لوگوں کو تو اس کوچہ کی آشنائی ہی نہیں۔

(بقیہ صفحہ ۱۰ پر ملاحظہ فرمائیں)

اداریہ

مِنْهُمْ مَنْ قَضٰى نَحْبَهٗ

حضرت مولوی محمد حسین صاحب قریباً ۱۰۱ سال کی عمر پاکر ۱۹ جون ۱۹۹۴ء کو اس دار فانی سے رحلت فرما گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ* وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ*

دنیا تو اک سرا ہے بچھڑے گا جو ملا ہے
گر سو برس رہا ہے آخر کو پھر جدا ہے

حضرت مولوی صاحب جماعت "آخرین" کے ان خوش نصیبوں میں سے تھے۔ جنہیں اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ یہ سعادت ملی کہ انہوں نے اپنی آنکھوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے اس موعود مہدیؑ کو دیکھا جسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اپنا سلام بھیجا تھا۔ ہاں وہی فارسی الاصل جو آپ کی پیش گوئی کے مطابق ایمان ثریا سے واپس لایا، جو حکم وعدل تھا۔ جس نے صلیب کو توڑا اور خنزیروں کو قتل کیا۔ جس کے ذریعہ اس آخری زمانہ میں اسلام کا عالمگیر غلبہ مقدر تھا۔ آپ کو یہ شرف حاصل ہوا کہ اپنے ہاتھوں سے اس مقدس وجود کو چھوئیں، اپنے کانوں سے ان کے شیریں، زندگی بخش، روح پرور کلمات کو سنیں اور آپ کی بابرکت مجالس سے فیضیاب ہوں۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا۔

مبارک وہ جو اب ایمان لایا
صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا
وہی مے ان کو ساقی نے پلا دی

بلاشبہ حضرت مولوی محمد حسین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ان "مبارک" وجودوں میں سے ایک تھے۔ آپ کو خدا تعالیٰ نے لمبی عمر عطا فرمائی۔ اپنی سو سالہ زندگی میں آپ نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعدد الہامات اور پیش گوئیوں کو بڑی عظمت اور شان سے پورا ہوتے دیکھا۔ ایک وہ زمانہ تھا کہ جب آپ حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے زمانہ میں قادیان کی چھوٹی سی بستی میں یہ ذکر سنا کرتے تھے کہ آپ نے فرمایا کہ خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔ میں تیرے خالص اور دلی محبوں کا گروہ بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و اموال میں برکت دونگا اور ان میں کثرت بخشوں گا۔ اور پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت مولوی صاحب کو یہ سعادت بخشی کہ وہ اپنی آنکھوں سے یہ عظیم الشان نظارے دیکھنے کے بعد اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ آپ سادہ، خوش مزاج، دعاگو اور متوکل علی اللہ انسان تھے۔ تبلیغ اور دعوت الی اللہ کا بے حد شوق تھا۔ ہزارہا لوگوں تک آپ نے پیغام حق پہنچایا اور بہتوں کی ہدایت کا ذریعہ بنے۔

سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپور تھلوی رضی اللہ عنہ کی وفات پر فرمایا تھا:۔

"ایک ایک صحابی جو فوت ہوتا ہے وہ ہمارے ریکارڈ کا ایک ایک رجسٹر ہوتا ہے جسے ہم زمین میں دفن کر دیتے ہیں۔ اگر ہم نے ان رجسٹروں کی نقلیں کر لی ہیں تو یہ ہمارے لئے خوشی کا مقام ہے"۔

حضرت مولوی صاحب کی وفات کے اس موقعہ پر ایک دفعہ پھر ہمیں اس بات کا جائزہ لینا چاہئے کہ کیا واقعی ہم صحابہؓ کے رنگ میں رنگین ہو کر، ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے، اپنی ان عظیم ذمہ داریوں کو ادا کر رہے ہیں یا نہیں جو عالمگیر غلبہ اسلام کے سلسلہ میں ہم پر عائد ہوتی ہیں۔ صحابہؓ نے تو اپنے عہدوں کو خوب نبھایا اب ہم تابعین وتبع تابعین کا فرض ہے کہ دلی صدق اور اخلاص کے ساتھ، دعاؤں اور عبادات کے ساتھ اور نیک اخلاق اور نیک نمونہ کے ساتھ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کی اغراض کو پورا کرنے کے لئے ہمہ تن کوشاں رہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

خدا کا شکر ہے اپنی سمجھ میں راز یہ آیا
کہ جن کے سر پہ ہوتا ہے خدا کے فضل کا سایہ
نہیں دشمن کا ڈر ان کو نہ رہزن سے خطر ان کو
"الیس اللہ بکاف عبدہ" ہے ان کا سرمایہ

(نادر قریشی)

احادیث النبی ﷺ

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ الْحُصَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ. جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ فَرَدَّ عَلَيْهِ ثُمَّ جَلَسَ. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: عَشْرٌ.. ثُمَّ جَاءَ آخَرُ فَقَالَ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ، فَرَدَّ عَلَيْهِ فَجَلَسَ فَقَالَ: عِشْرُوْنَ. ثُمَّ جَاءَ آخَرُ فَقَالَ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ، فَرَدَّ عَلَيْهِ فَجَلَسَ فَقَالَ: ثَلَاثُوْنَ. (ترمذی، أبواب الاستئذان في فضل السلام)

حضرت عمران بن حصینؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور اس نے السلام علیکم کہا آپ نے اس کے سلام کا جواب دیا۔ جب وہ بیٹھ گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا دس (یعنی دس گنا ثواب ملا ہے)۔ پھر ایک اور شخص آیا اس نے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہا۔ حضورؐ نے سوال کا جواب دیا۔ جب وہ شخص بیٹھ گیا تو آپ نے فرمایا بیس (یعنی اس کو بیس گنا ثواب ملا ہے) پھر ایک اور شخص آیا اس نے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہا۔ آپ نے انہی الفاظ میں اس کو جواب دیا۔ جب وہ بیٹھ گیا تو آپؐ نے فرمایا تیس (یعنی اس شخص کو تیس گنا ثواب ملا ہے)۔

عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ لِي رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: يَا بُنَيَّ: اِذَا دَخَلْتَ عَلٰى اَهْلِكَ فَسَلِّمْ يَكُنْ بَرَكَةً عَلَيْكَ وَعَلٰى اَهْلِ بَيْتِكَ. (ترمذی، كتاب الاستئذان، باب في التسليم إذا دخل بيته)

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے میرے بیٹے! جب تم اپنے گھر جاؤ تو سلام کہو اس طرح تجھے بھی برکت ملے گی اور تیرے خاندان کو بھی۔

میں احمدی ہوں اور مجھے اس پہ ناز ہے

دونوں جہاں کے عیش سے وہ بے نیاز ہے
جو دل کہ اس کی یاد میں وقف گداز ہے
دنیائے بے ثبات حقیقت تھی خواب میں
کھولی جو آنکھ دیکھا حقیقت مجاز ہے
جز اس کی ذات پاک کے جو کچھ ہے ہیچ ہے
حقانیت ہے جس میں وہی بے نیاز ہے
زندہ ہیں بس وہی جو مٹے اس کی راہ میں
گویا نہ ہونا، ہونے کا ہستی کا راز ہے
آئینہ دل کا توڑنا ہے اس کا جوڑنا
ہاں کیوں نہ ہو کہ خواہش آئینہ ساز ہے
اہل وطن! جو چاہو کہو تم مجھے مگر
میں احمدی ہوں اور مجھے اس پہ ناز ہے
اسلام کا ہے درد مرے دل میں جاگزیں
رونا مرا وضو ہے تڑپنا نماز ہے
یا رب تو میری ساری خطائیں معاف کر
بگڑی مری بنادے کہ تو کارساز ہے
مانا کہ میں گناہوں میں حد سے گزر گیا
لیکن تیری بھی چادر رحمت دراز ہے
اپنے خدائے پاک سے بس دل لگا ظفر
گر ساتھ گوش ہوش ہے اور چشم باز ہے

(مکرم مولانا ظفر محمد صاحب ظفر مرحوم)

قرآن مجید پر معاند اسلام پادری وہیری کے اعتراضات اور ان کے جوابات

(سید میر محمود احمد ناصر)

★★★★★★★★★★★★★★★★

ریورینڈ ای۔ ایم۔ وہیری (Elwood Morris Wherry) ایک مشہور عیسائی مستشرق تھے۔ ان کا تعلق پریسبیٹرین چرچ امریکہ سے تھا اور وہاں کے مشہور واشنگٹن اینڈ جیفرسن کالج کے ڈگری یافتہ تھے۔

یہ مارچ ۱۸۶۸ء میں کلکتہ پہنچے اور سالہاسال تک لدھیانہ سے شائع ہونے والے عیسائیوں کے ہفتہ وار رسالہ "نور افشاں" کے ایڈیٹر بھی رہے جو اسلام کے خلاف زہر اگلنے میں منفرد حیثیت رکھتا تھا۔ وہیری صاحب نے چار جلدوں میں تفسیر قرآن لکھی۔ اس کے دیباچہ میں وہیری نے مندرجہ ذیل چھ اعتراضات اٹھائے ہیں جن کا ذکر وہ اپنی کتاب میں کرنا چاہتے ہیں۔

(۱) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں متداول عیسائی صحائف کی Genuineness اور Credibility کے بارہ میں قرآن مجید گواہی دیتا ہے۔

(۲) وہ گواہی جو قرآن مجید اپنے افتراء ہونے پر مہیا کرتا ہے۔

(۳) وہ گواہی جو قرآن مجید نبی عربیؐ کے Im-posture ہونے پر مہیا کرتا ہے۔

(۴) اس بات کا ذکر کہ قرآن مجید سابقہ صحائف کی تصدیق کا دعویٰ کرتا ہے مگر ساتھ ہی ان کے بنیادی اصولوں کا انکار کرتا ہے۔

(۵) یہ کہ قرآن مجید صحائف سابقہ کی تاریخ، پیش گوئی اور عقیدہ کے بارہ میں Garbled بیانات خدا کی طرف منسوب کرتا ہے تاکہ اپنے غلط دعاوی کی تائید ہو۔

(۶) اپنے اخلاقی جرائم اور Decency کے خلاف باتوں کے لئے خدائی اجازت اور منظوری کا جواز پیش کرتا ہے۔

مکرم و محترم سید میر محمود احمد صاحب ناصر نے وہیری کے ان نہایت ظالمانہ اعتراضات کا بہت ٹھوس، مدلل اور تحقیقی جواب تحریر فرمایا ہے۔ ذیل میں اس مضمون کی پہلی قسط قارئین کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہے۔

_____ (مدیر)

پہلے اعتراض کا جواب

پادری وہیری نے پہلی بات یہ کہی ہے کہ قرآن شریف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں رائج مسیحی صحائف کی Genuineness اور Credibil-ity کی تصدیق کرتا ہے۔

(الف) حالانکہ قرآن مجید اہل کتاب کے متعلق فرماتا ہے:

فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ ۝

بقرہ : ۸۰

پس جو لوگ اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھتے ہیں (اور) پھر اس کے ذریعہ (کچھ) تھوڑی سی قیمت حاصل کرنے کے لئے کہہ دیتے ہیں کہ یہ (کتاب) اللہ کی طرف سے ہے ان کے لئے (ایک سخت) عذاب (مقدر) ہے۔ پھر (ہم کہتے ہیں کہ) ان کے لئے ان کے ہاتھوں کے لکھے ہوئے کے سبب سے (ایک سخت) عذاب (مقدر) ہے اور اس کے سبب سے (بھی) عذاب (مقدر) ہے جو وہ کماتے ہیں۔

(۲)

اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ يُّؤْمِنُوْا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُوْنَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝

(بقرہ : ۷۶)

کیا تم امید رکھتے ہو کہ وہ (یہودی) تمہاری بات مان لیں گے، حالانکہ ان میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو اللہ کے کلام کو سنتے ہیں، پھر اسے سمجھنے کے بعد اس کو بگاڑ دیتے ہیں اور وہ خوب جانتے ہیں۔

(۳)

يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝

(آل عمران : ۷۲)

اے اہل کتاب! کیوں تم جانتے بوجھتے ہوئے حق کو باطل کے ساتھ ملاتے اور حق کو چھپاتے ہو۔

(۴)

وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝ آل عمران : ۷۹

اور ان میں سے ایک گروہ یقیناً ایسا ہے جو اپنی زبانوں کو کتاب (یعنی تورات) کے ذریعہ سے مروڑتا ہے تاکہ تم اسے (جو وہ کہتا ہے) کتاب میں سے سمجھو حالانکہ وہ کتاب میں سے نہیں ہوتا۔ اور وہ کہتے ہیں کہ وہ اللہ کی طرف سے ہے حالانکہ اللہ کی طرف سے نہیں اور وہ جانتے (بوجھتے) ہوئے اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں۔

(ب) ۔ اس کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ جن عقائد و نظریات کو عیسائی اپنے صحائف کی طرف منسوب کرتے ہیں اور انہیں صحائف سے مستنبط قرار دیتے ہیں۔ قرآن شریف ان کی پرزور تردید کرتا ہے۔

مثلاً عیسائی مسیح ناصری کی Divinity کے قائل ہیں اور اس کو اپنی کتاب مقدس میں مذکور مانتے ہیں مگر قرآن شریف فرماتا ہے۔

(۵)

لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ وَمَنْ يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ جَمِيْعًا ۝ النساء : ۱۷۳

مسیح ہرگز اس (امر) کو برا نہیں منائے گا کہ وہ اللہ کا ایک بندہ متصور ہو اور نہ ہی مقرب فرشتے (اسے برا منائیں گے) اور جو (لوگ) اس کی عبادت سے برا منائیں اور تکبر کریں وہ (یعنی خدا تعالیٰ) ضرور ان سب کو اپنے حضور میں اکٹھا کرے گا۔

(۶)

وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْۤ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ بِحَقٍّ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَاۤ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ۝

(المائدہ : ۱۱۷)

اور جب اللہ نے کہا اے عیسیٰ بن مریم کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا دو معبود بنالو۔ تو اس نے جواب دیا کہ (ہم) تجھے (تمام عیبوں سے پاک) قرار دیتے ہیں۔ میری شان کے شایان نہیں تھا کہ میں (وہ بات) کہتا جس کا مجھے حق نہ تھا اور اگر میں نے ایسا کہا تھا تو تجھے ضرور اس کا علم ہوگا۔ جو کچھ میرے جی میں ہے تو جانتا ہے اور جو کچھ تیرے جی میں ہے میں نہیں جانتا۔ تو یقیناً (سب) غیب کی باتوں سے اچھی طرح واقف ہے۔

(ج) ۔ تیسرا پہلو اس اعتراض کا یہ ہے کہ پادری وہیری یہ Imply کر رہے ہیں کہ گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں نئے عہد نامہ کا کوئی معین مسلمہ نسخہ موجود تھا اور قرآن شریف اس کی تائید و تصدیق کر رہا ہے حالانکہ اس وقت نئے عہد نامہ **کا** کوئی سٹینڈرڈ متن موجود نہ تھا بلکہ بہت سے قلمی مخطوطات تھے جو آپس میں بے شمار اختلافات رکھتے تھے۔

انسائیکلو پیڈیا بریٹینیکا میں زیر لفظ بائبل ذیلی عنوان Textual Criticism لکھا ہے۔

It is noteworthy that till the inventions of printing neither in the original Greek nor in Latin was a complete uniformity of text arrived at, not withstanding the authority ascribed to the world by the ecclesiastical theory . . . . A leading cause of this remarkable state of things must be sought in the very extensive variations which were current in early times, particularly in the Gospels. In the Gospels, on the other hand, the characteristic variations are intentional, such as the addition or insertion of the whole passages . . . . . .

(د) حقیقت یہ ہے کہ قرآن مجید سابقہ صحائف کی تصدیق کرتا ہے مگر یہ بھی کہتا ہے کہ ان صحائف میں غلطیاں ہیں اور قرآن مجید ان پر مہیمن ہے۔ جیسے فرمایا:

(۷) المائدہ : ۴۹

وَاَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ

اور ہم نے تجھ پر اس کتاب کو حق پر مشتمل اتارا ہے وہ اپنے سے پہلی کتاب کی (باتوں) کو پورا کرنے والی ہے اور اس پر محافظ ہے۔ پس تو اس (کتاب) کے مطابق جو اللہ نے (تجھ پر) اتاری ہے ان کے درمیان فیصلہ کر اور جو حق تیری طرف سے آیا ہے اسے چھوڑ کر ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کر۔

(ر) حضرت مصلح موعودؓ سورہ بقرہ کی آیت ۴۲:
و آمنوا بما انزلت مصدقا لما معکم...... الخ
کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

بعض مسیحی مصنف اس آیت کی نسبت اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ قرآن کریم نے اس آیت میں یہ اعلان کیا ہے کہ جو کچھ تمہاری موجودہ کتب میں لکھا ہے وہ سب سچ ہے اور یہ معنے کر کے وہ اعتراض کرتے ہیں کہ جبکہ قرآن کریم کے نزدیک موجودہ بائبل درست ہے تو پھر قرآن کریم جھوٹا ہوا کیونکہ وہ موجودہ بائبل کے خلاف مضامین بیان کرتا ہے۔ میری سمجھ میں یہ ذہنیت کبھی نہیں آئی کہ چونکہ الف باء کو سچا کہتا ہے اسلئے وہ جھوٹا ہے۔ یہ تو گویا احسان کا بدلہ ظلم سے دینا ہے۔ مگر جیسا کہ میں اوپر بتا آیا ہوں اس آیت کے وہ معنی ہیں ہی نہیں جو یہ پادری صاحب کرتے ہیں۔ انہیں تصدیق کے لفظ سے دھوکہ لگا ہے حالانکہ تصدیق کا لفظ دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے کسی کو سچا کہنے کے معنوں میں بھی اور اس کی بات کو پورا کرنے کے معنوں میں بھی اور یہاں وہ دوسرے معنی ہیں...... کتب سماویہ کی تصدیق تین طرح ہوتی ہے۔ اس طرح بھی کہ انہیں کلی طور پر سچا کہا جائے۔ اس طرح بھی کہ ان کے بعض حصص کی تصدیق کی جائے اور اس طرح بھی کہ ان کی ابتدائی حالت کی تصدیق کی جائے مثلاً اس امر کا اقرار کہ وہ ابتداء میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی تھیں اور ان کے پیش کرنے والے راستباز تھے جھوٹے نہ تھے گویا اب اس کتاب میں لوگوں نے خرابیاں پیدا کر دی ہیں۔

میں ثابت کر چکا ہوں کہ کلی تصدیق پہلی کتب کی نہ تو ممکن ہے اور نہ قرآن کریم ایسا کر سکتا ہے۔ ممکن اس لئے نہیں کہ وہ سب کتب اس وقت دنیا میں موجود ہی نہیں اور قرآن کریم کی شان کے لائق اس لئے نہیں

SPECIALISTS IN
22 & 24 CARAT GOLD
JEWELLERY
khalid JEWELLERS
10 Progress Building,
491 Cheetham Hill Road,
Cheetham Hill,
MANCHESTER M8 7HY
PHONE & FAX
061 795 1170

TOWNHEAD PHARMACY
31 TOWNHEAD,
KIRKINTILLOCH,
GLASGOW G66 3JW
FOR ALL YOUR
PHARMECUTICALS
NEEDS PHONE:
041 777 8568
FAX 041 7776 7310

کہ وہ خود ہی ان کتب کی غلطیاں بیان کرتا ہے۔ پس جب وہ ان کتب کی غلطیاں بیان کرتا ہے تو ان کی تصدیق کیونکر کر سکتا ہے۔ اب صرف دو طریق تصدیق کے رہ گئے۔ جزئی تصدیق یا ابتدائی حالت کی تصدیق. سو سابقہ کتب کی تصدیق قرآن کریم انہی طریق سے کرتا ہے...... یہ لطیفہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ آیت زیر بحث میں تورات اور انجیل کی تصدیق کا ذکر نہیں بلکہ "لما معکم" کی تصدیق کا ذکر ہے یعنی قرآن جو کچھ ان کے پاس ہے اس کا مصدق ہے۔ اب اگر ان الفاظ کے وسیع معانی لئے جائیں تو ان کے یہ معنے ہونگے کہ ان کے قصے اور کہانیوں کی بھی تصدیق کرتا ہے لیکن یہ معنی بالبداہت باطل ہیں اور یہ ماننا پڑے گا کہ ان الفاظ کو بعض قیود سے مقید کرنا ہو گا اور وہ قیود معقول طور پر یہی ہو سکتی ہیں۔

(۱) ایک یہ معنی لئے جائیں گے کہ جو مضمون اس قسم کی آیات سے پہلے اور بعد میں بیان ہو رہا ہے یہ الفاظ ساری کتاب کی نہیں بلکہ صرف اس کی تصدیق کے بارے میں ہیں اور یہ مطلب لیا جاوے کہ اس مسئلہ کے متعلق جو تعلیم ہماری ہے وہی تمہاری کتب میں ہے۔ پس تصدیق خاص ہوگی نہ کہ عام۔ ان ہی معنوں کی رو سے میں نے اس آیت کے یہ معنی کئے ہیں کہ یہ قرآن کریم تمہاری کتب میں بیان شدہ پیش گوئیوں کی تصدیق کرتا ہے یعنی انہیں پورا کرتا ہے۔

(۲) یا پھر "لما معکم" کو اس حد بندی سے محدود کیا جائے گا کہ تمہارے پاس جو خدا کا کلام ہے اس کی تصدیق قرآن کریم کرتا ہے اور ان معنوں پر بھی کوئی اعتراض نہیں۔ اس میں کیا شک ہے کہ پہلی کتب میں جو خدا کا کلام ہے اس کی تصدیق ہر دوسرے آسمانی کلام کو کرنی چاہئے۔ مگر اس تصدیق کے یہ معنے نہیں ہو سکتے کہ جو کچھ بھی ان کتب میں ہے وہ ضرور خدا کا کلام ہے۔

اس بات کے متعلق ایک اور بات بھی قابل غور ہے اور وہ یہ کہ پہلی کتب کے لئے جس جس جگہ قرآن کریم میں تصدیق کا لفظ استعمال ہوا ہے وہاں اس کا صلہ لام آیا ہے سوائے دو جگہوں کے جہاں کوئی صلہ نہیں آیا۔ لیکن جہاں قرآن کریم یا رسول کریم کی نسبت یہ لفظ آیا ہے وہاں اس کا صلہ با آتا ہے۔ اور لغت سے بھی ہم کو یہی معلوم ہوتا ہے کہ جہاں تصدیق کے معنے اس کو سچا قرار دینے کے ہیں وہاں باصلہ آتا ہے۔ پس اس اختلاف سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاں جہاں پرانی کتب کی نسبت یہ لفظ استعمال ہوا ہے اس کے اور معنی ہیں اور وہ یہی ہو سکتے ہیں کہ پہلی کتب میں جو پیش گوئیاں تھیں قرآن کریم انکو پورا کرنے والا ہے۔

(تفسیر کبیر (طبع جدید) جلد اول صـ ۳۸۳، ۳۸۸)

مندرجہ بالا آیت کی تفسیر میں حضور نے دو اہم نکات یہ بھی بیان فرمائے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے:۔

(۱) قرآن صرف تورات اور انجیل کا مصدق نہیں بلکہ ہر مذہب کی کتاب کا مصدق ہے کیونکہ فرمایا:

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۸۲﴾

آل عمران : ۸۲

یہاں جملہ انبیاء کے صحائف کے لئے آپ کو مصدق قرار دیا اور دوسری جگہ یہ بھی فرمایا کہ:

ان من امۃ الا خلا فیہا نذیر

اب ظاہر ہے کہ بیک وقت سب کتابیں سچی نہیں ہو سکتیں کیونکہ ان میں شدید اختلافات ہیں۔ پس مصدق کا مطلب یہی ہو گا کہ ہر مذہب کے صحائف میں اس نبی کے متعلق پیش گوئیاں ہیں یہ انہیں سچا ثابت کرتا ہے۔

(۲) سورہ احقاف میں بھی مصدق آیا ہے اور سیاق و سباق سے ظاہر ہے کہ یہاں کفار مکہ مراد ہیں۔ ان کے لئے ساری تورات کی زبانی تصدیق کچھ معنے نہیں رکھتی کیونکہ وہ تو تورات اور قرآن دونوں کی تکذیب کرتے تھے لہٰذا یہی معنی ہونگے کہ انہیں مخصوص موسیٰ کی پیش گوئی کا حوالہ دے کر کہا کہ دیکھو یہود ان پیش گوئیوں کی بنا پر مان جائیں اور تمہاری قوم کا رسول ہو اور تم محروم رہو اس لئے تم بھی مانو۔ پس مصدق کے معنے یہاں بالخصوص پیش گوئیوں کے علاوہ اور کچھ ہو ہی نہیں سکتے۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔

"قرآن کا یہ طریق ہے کہ بجائے پہلوں کو پچھلوں کا مصدق قرار دینے کے، پچھلوں کو پہلوں کا مصدق قرار دیتا ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح حضرت یحیٰ وغیرھم انبیاء کی نسبت اسی رنگ میں اس نے ذکر کیا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ گو پہلوں کی پیش گوئیاں پیچھے آنے والوں کی نسبت ہوتی ہیں مگر بعد میں آنے والے انبیاء ان پیش گوئیوں کو پورا کر کے پہلے انبیاء کی صداقت پر مہر لگاتے ہیں۔ اس حقیقت کے بیان کرنے کا بہترین طریق وہی ہے جو قرآن کریم نے اختیار کیا ہے۔ کیونکہ یہ کہنا کہ اس نبی کے یا اس کلام کے پہلے انبیاء مصدق ہیں اس قدر موثر نہیں ہو سکتا جس قدر یہ کہنا کہ اس کلام کے ذریعہ سے ہی پہلے نبی کی تصدیق ہوتی ہے۔ ورنہ اسے جھوٹا ماننا پڑے گا۔ اس دلیل کے آگے پہلے انبیاء کے اتباع کو فوراً دبنا پڑتا ہے"۔

(تفسیر کبیر طبع جدید جلد سوم صـ ۷۶، ۷۷)

(باقی اگلے شمارے میں)

حدیثِ نبویؐ

اَلدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ

دین کا خلاصہ خیرخواہی ہے

حدیث یاد کرنے والے بچوں کے نام آئندہ شمارہ میں شائع کئے جائیں گے

MORSONS CLOTHING
Ladies and Children Clothing
Specialists in
SCHOOL UNIFORMS
Main Showrooms:
682/4 Uxbridge Road, Hayes,
Tel: 081 573 6361/7548
Kidswear Showroom:
54 The Broadway, Ruislip
Road, Greenford
Ladieswear Showrooms:
34 The Broadway, Ruislip
Road, Greenford
Children and Ladieswear
Showrooms:
51 High Street, Wealdstone

جوانانِ جنت کے سردار، نواسہ رسولؐ

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(سید مبشر احمد ایاز)

سید الشہداء سید شباب اہل الجنۃ، ریحانۃ النبیؐ، ابو عبداللہ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ، خاتم الاولیاء حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور جگر گوشہ رسول حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے فرزند ارجمند۔ ۳ شعبان ۴ ہجری (جنوری ۶۲۶ء) کو آپ کی پیدائش ہوئی۔

ولادت کی خبر سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم تشریف لائے اور فرمانے لگے بچے کو دکھاؤ۔ بچے کو منگا کر اس کے کانوں میں اذان دی۔ اپنا لعاب دہن حسینؓ کے منہ میں ڈالا اور فرمایا کہ کیا نام رکھا ہے۔ والدین نے عرض کی کہ "حرب" نام رکھا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں اس کا نام "حسین" ہو گا۔

(اسد الغابہ ج ۲ صـ ۱۸)

ساتویں دن عقیقہ کیا گیا اور بالوں کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کی گئی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کو حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ سے بہت زیادہ محبت اور شفقت کا سلوک فرمایا کرتے تھے۔ حضرت حسینؓ کو سات سال آغوش رسالت میں پرورش پانے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لاڈ اور پیار میں گزارنے کی سعادت ملی۔ محبتوں اور شفقتوں کا یہ سفر جو کہ سات سال پر محیط تھا اس میں حضرت امام حسینؓ نے اپنی معصوم اداؤں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دل بھی لبھایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کی براہ راست تربیت سے مستفید بھی ہوئے اور حضورؐ کی عرش پر سنی جانے والی مقبول دعاؤں کے وارث بھی بنے۔

ان سات سالوں میں رحیم و کریم اور شفیق و مہربان نانا اور معصوم اور پیارے نواسے کے درمیان محبت اور شفقت اور معصومانہ اداؤں اور دلآویز مسکراہٹوں اور پیار و محبت کے بے شمار نظارے بکھرے ہوں گے لیکن حافظے کی آنکھ اور قلم کی زبان بہت تھوڑے واقعات کو محفوظ کر سکی اور بیان کر سکی ہے۔ بہرکیف ان تھوڑے واقعات سے بھی اندازہ ہو گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم اپنے ان دونوں نواسوں حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ سے کتنی محبت کرتے تھے۔

○ ۔ ان سے محبت کا نظارہ کبھی تو یوں دیکھا جاتا ہے کہ رکوع کے درمیان یہ ٹانگوں میں گھس جاتے ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم ان کے لئے رستہ بنا دیتے ہیں۔ (تہذیب التہذیب ج ۲ صـ ۲۹۶)

اور کبھی یوں ہوتا کہ سجدہ میں کبھی یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کی پشت مبارک پر چڑھ کر بیٹھ جاتے ہیں تو آپ سجدے سے سر نہیں اٹھاتے جب تک یہ خود نہ اٹھ جائیں۔ (اصابہ جلد ۲)

○ ۔ ایک صحابیؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ نماز کے دوران ایک سجدہ غیر معمولی طور پر لمبا ہو گیا۔ میرے دل میں وسوسہ پیدا ہوا اور میں نے سجدہ کی حالت میں سر اٹھا کر دیکھا...... آنحضرت صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم سجدہ میں ہی تھے...... میں دوبارہ سجدہ میں چلا گیا۔ نماز ختم ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم فرمانے لگے کہ میں سجدہ میں گیا تو حسینؓ میری پشت پر چڑھ کر بیٹھ گئے تھے۔ میں نے مناسب نہ سمجھا کہ میں اسے نیچے اتار دوں لہٰذا جتنی دیر وہ بیٹھا رہا میں سجدے میں ہی رہا۔

○ ۔ ایک شفقت و محبت کا یہ انداز بھی دیکھنے میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم حسنؓ اور حسینؓ سے لاڈ اور پیار کے انداز میں انہیں اپنے اوپر سوار کئے ہوئے ہیں۔ ایک صحابی نے دیکھا تو فرمایا کہ کیا ہی اچھی سواری ہے۔ آپؐ نے سن کر فرمایا "سوار بھی تو کتنے اچھے ہیں"۔ (ترمذی)

لیکن اتنے لاڈ پیار اور بے حد محبت کے باوجود کبھی تربیت کا وقت آیا تو بچے کو "بچہ" سمجھ کر نظر انداز نہیں فرمایا بلکہ ایک کامل مربی اور ماہر نفسیات رسول نے بروقت تربیت کا درس دینا ضروری سمجھا۔ ایک دفعہ صدقے کی کھجوروں کا ڈھیر مسجد نبوی کے سامنے لگا ہوا تھا۔ حضرت امام حسینؓ جو ابھی پانچ چھ سال کے بچے تھے ادھر آئے اور ایک کھجور پکڑ کر منہ میں ڈال لی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم نے دیکھا تو جلدی سے آگے بڑھے اور بچے کے منہ میں انگلی ڈال کر ساری کھجور اس کے منہ سے نکال دی اور اسے بتایا کہ یہ صدقے کا مال ہے جو ہمارے لئے جائز نہیں ہے۔ (مسند احمد بن حنبل)

○ ۔ آپ کو حضرت حسینؓ سے بے حد محبت تھی اس کا آپؐ نے اظہار بھی کیا اور اعلان بھی کیا تاکہ بعد میں آنے والے لوگ بھی آپ سے محبت کریں۔ حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ "اہل بیت میں مجھ کو حسن اور حسین سب سے زیادہ محبوب ہیں"۔ (ترمذی)

○ ۔ آپ خدا سے بھی ان محبوبوں کے ساتھ محبت کی دعا کیا کرتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قینقاع کے بازار سے لوٹا تو آپ فاطمہؓ کے گھر تشریف لے گئے اور پوچھا بچے کہاں ہیں؟ تھوڑی دیر میں دونوں دوڑتے ہوئے آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے چمٹ گئے۔ آپ نے فرمایا خدایا میں ان کو محبوب رکھتا ہوں اس لئے تو بھی انہیں محبوب رکھ اور ان سے محبت رکھنے والے کو بھی محبوب رکھ۔ (مسلم کتاب الفضائل)

○ ۔ حضرت اسامہ بن زیدؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ شب کو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک ضرورت سے گیا۔ آپ کوئی چیز چادر میں چھپائے ہوئے تشریف لائے۔ میں اپنی ضرورت پوری کر چکا تو پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ چادر میں کیا ہے؟۔ آپ نے چادر ہٹا دی تو اس میں حسنؓ و حسینؓ کو دیکھا۔ آپ نے فرمایا "یہ دونوں میرے بچے ہیں اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں خدایا میں ان دونوں کو محبوب رکھتا ہوں اس لئے تو بھی ان کو محبوب رکھ اور ان سے محبت رکھنے والے کو بھی محبوب رکھ"۔۔

(ترمذی)

جان و دلم فدائے جمال محمدؐ است
خاکم نثار کوچہ آل محمدؐ است

حج کے نام پر بنی نوع انسان میں نفرت پھیلانا اور تفریق کرنا حج کے مضمون سے بغاوت کرنا ہے

خطبہ عید الاضحیہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
بتاریخ ۲۱ مئی ۱۹۹۴ء بروز ہفتہ مطابق ۲۱ ہجرت ۱۳۷۳ ہجری شمسی بمقام اسلام آباد (ٹلفورڈ۔ برطانیہ)

(خطبہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، وأشهد أن محمدًا عبده ورسوله. أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم. ﴿بسم الله الرحمٰن الرحيم. الحمد لله رب العٰلمين. الرحمٰن الرحيم. مٰلك يوم الدين. إياك نعبد وإياك نستعين. اهدنا الصراط المستقيم. صراط الذين أنعمتَ عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين.﴾

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ بَهِيْمَةِ الْأَنْعَامِ فَإِلٰهُكُمْ إِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗٓ أَسْلِمُوْا وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ ۝۳۵ الَّذِيْنَ إِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ عَلٰى مَآ أَصَابَهُمْ وَالْمُقِيْمِي الصَّلٰوةِ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝۳۶ (سورہ الحج)

یہ آیات سورہ الحج کی آیات پینتیس اور چھتیس ہیں جن کی میں نے تلاوت کی ہے۔ ان کا ترجمہ یہ ہے کہ ہر قوم اور ہر ملت کے لئے ہم نے قربانیوں کا ایک طریق مقرر فرما رکھا ہے "لیذکروا اسم اللہ علیٰ مارزقھم" تاکہ جو کچھ بھی اللہ نے انہیں رزق عطا فرمایا ہے اس پر وہ اللہ کا نام لیں۔۔ "من بھیمۃ الانعام" ان جانوروں میں سے جو چوپائے ہیں۔ جب ان کو وہ خدا کی خاطر، خدا کے نام پر اس کی اجازت سے قربانی کے لئے پیش کریں یا کھانے کے لئے استعمال کریں تو ان پر اللہ کا نام پڑھا کریں۔ فالٰھکم الٰہ واحد" اور تمہارا خدا ایک ہی خدا ہے "فلہ اسلموا" پس اسی کے حضور فرمانبرداری کے ساتھ جھکو۔ "وبشر المخبتین" اور وہ لوگ جو عاجزی اختیار کرتے ہوئے خدا کے حضور جھکتے ہیں ان کو خوش خبری دے دو۔ وہ لوگ کہ جب اللہ کا نام لیا جاتا ہے تو ان کے دل تھرتھرا اٹھتے ہیں اور وہ جو مصیبت ان کو پہنچتی ہے اس پر صبر کرنے والے ہوتے ہیں اور نمازوں کو قائم کرتے ہیں اور جو رزق ہم نے ان کو عطا فرمایا ہے اس میں سے وہ خرچ کرتے ہیں یعنی اللہ کے نام پر، نیک کاموں پر اس رزق کو خرچ کرتے ہیں۔

پس یہ شرطیں ہیں ان لوگوں کی جو خدائے واحد کے بندے ہیں اور یہ تمام شرطیں ہیں جو انہیں انسانی نقطہ نگاہ سے ایک ہاتھ پر جمع کر کے خدائے واحد سے ان کا تعلق پیدا کرتی ہیں۔ یعنی خدا کے نام پر دلوں کا تھرتھرا جانا، یعنی جھرجھری طاری ہو جائے دلوں پر جب اللہ کا نام سنیں۔ یہ مراد نہیں کہ ہر وقت، ہر مجلس میں جب خدا کا نام آئے تو ایسا واقعہ ہو مگر مراد یہ ہے کہ ان کی زندگیوں میں بعض ایسے لمحے آتے ہیں کہ اللہ کا نام سنتے ہی محبت اور عشق اور اس کے رعب سے جھرجھری طاری ہو جاتی ہے اور دلوں پر گویا ایک قسم کا زلزلہ آ جاتا ہے۔ یہ لوگ ہیں جن کے متعلق فرمایا کہ وہ صبر کرنے والے ہیں۔ ایک یہ صفت ہے جس سے وہ پہچانے جا سکتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں یعنی عبادت کرتے ہیں۔ نماز سے مراد ضروری نہیں کہ اسلامی نماز ہی یہاں مذکور ہو کیونکہ تمام دنیا کی تمام قوموں کا ذکر چل رہا ہے۔ اور جو کچھ ہم انہیں دیتے ہیں اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ یہ تین بنیادی صفات ہیں جو انہیں خدائے واحد سے جوڑتی ہیں اور ان صفات کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم ہوتا ہے اور جہاں تک دنیا کے مذاہب پر نظر ڈالی جائے خواہ وہ کسی قوم، کسی خطہ ارض سے تعلق رکھتے ہوں کسی زمانے کے ہوں، ان سب میں یہ قدر مشترک آپ کو دکھائی دے گی۔ پس حج کے ذکر میں وہ باتیں بیان فرمائی جا رہی ہیں جن کا تمام بنی نوع انسان سے تعلق ہے اور اس پہلی آیت کا جو میں نے تلاوت کی عنوان ہی یہ لگایا ہے "ولکل امۃ جعلنا منسکا لیذکروا اسم اللہ" ہم نے ہر قوم کے لئے ایک قربانی کا طریق مقرر فرما رکھا تھا۔

یہ مضمون صرف مسلمانوں سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ تمام بنی نوع انسان سے تعلق رکھتا ہے اور حج کا مضمون بھی صرف مسلمانوں ہی سے نہیں بلکہ تمام بنی نوع انسان سے تعلق رکھتا ہے۔ اسی لئے قرآن مجید نے جہاں خدا کے پہلے گھر کی تعمیر کا ذکر فرمایا جو بکہ میں واقع ہے تو فرمایا یہ تمام بنی نوع انسان کی خاطر بنایا گیا تھا۔ "ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ" وہ پہلا گھر جو ہدایت کے لئے بنی نوع انسان کی خاطر بنایا گیا وہ مکہ میں واقع ہے۔ پس حج دراصل مسلمانوں کے ایک ہونے کے علامت نہیں، مسلمانوں کے امت واحدہ بننے کی علامت نہیں بلکہ تمام بنی نوع انسان کے امت واحدہ بننے کی علامت ہے۔ اور اس پہلو سے حج کا مضمون دنیا کی ہر مذہبی قوم میں پایا جاتا ہے گویا دنیا کی تمام قوموں کو ایک ہاتھ پر جمع کرنے کے لئے آغاز ہی سے تیار کیا جا رہا تھا۔ اگر عیسائیوں میں آپ دیکھیں تو عیسائیوں میں بھی حج کا مضمون نہ صرف پایا جاتا ہے بلکہ اس کثرت سے مختلف مواقع کے حج کئے جاتے ہیں کہ شاید مذہبی تاریخ میں اس سے زیادہ حج کے مقامات آپ کو کہیں دکھائی نہ دیں گے جتنا عیسائی قوم میں ملتے ہیں خصوصاً رومن کیتھولکس میں مختلف Saints کے نام پر مختلف حج کی جگہیں بنا رکھی ہیں۔ کہیں وہ لوگ ننگے پاؤں پیدل سفر کر کے جاتے ہیں کہیں بعض اور خاص رسوم ادا کرتے ہوئے جاتے ہیں۔ غرضیکہ سینکڑوں بلکہ ہزاروں ایسے مقامات عیسائی قوم میں متبرک سمجھے جاتے ہیں جہاں وہ سال میں یا چند سالوں میں ایک دفعہ حج کرنا اپنے لئے باعث سعادت سمجھتے ہیں۔ یہود کا حج فلسطین میں واقع یروشلم سے تعلق رکھتا ہے اور سب دنیا جانتی ہے کہ یروشلم کے مقدس مقامات کی زیارت اور وہاں دیوار گریہ سے مثلاً سر پیٹنا اور مسیح کی آمد کے لئے دعائیں کرنا یہ ان کا ایک قسم کا حج ہے۔ اور اسی طرح ہیکل سلیمانی ہے اس کی زیارت اور دوسرے مقدس مقامات کے گرد چکر لگانا، یہود میں بھی گویا حج کی یہ رسمیں پائی جاتی ہیں۔ اور جہاں تک ہندوؤں کا تعلق ہے ہندوستان کی سب سے بڑی قوم ہندو ہے اور مذہبی لحاظ سے ان میں بھی بہت سے ایسے متبرک مقامات ہیں جہاں باقاعدہ ہر سال حج ادا کی جاتی ہے چنانچہ اس کو یاترا کہتے ہیں۔ مقدس مقام پر جانا اور حج کرنا اسے یاترا کہا جاتا ہے۔ اڑسٹھ ایسے مقدس مقامات ہندوستان میں ہیں جہاں یا کسی نہ کسی فرقے کا حج کا مقام ہے یا تمام ہندو اسے متبرک سمجھتے ہیں اور سب سے زیادہ مقدس بنارس ہے۔ بنارس میں ہر سال تقریباً دس لاکھ ہندو حج کے لئے جمع ہوتے ہیں۔ اسی طرح متھرا ہے اور بہت سے مقامات ہیں جن میں حج کیا جاتا ہے اس کی ساری فہرست تو میں آپ کو پڑھ کر سنا نہیں سکتا لیکن تیرتھ یاترا کے جو دو اہم بنیادی مقامات ہیں ان میں سے بنارس سب سے بڑا ہے اور اس کے بعد جگناتھ پوری ہے اور عجیب بات ہے کہ ہر جگہ حج کے ساتھ کم و بیش ایک ہی قسم کے مناسک کا تعلق ہے۔ ہر حج کے ساتھ قربانی کا مضمون لاحق ہے اور جڑا ہوا ہے اسے حج کے تصور سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔

مختلف دنیا میں جو حج کئے جاتے ہیں ان میں سر منڈانا بھی شامل ہے چنانچہ جب آپ ہندوؤں کی تیرتھ یاترا کو دیکھیں تو بکثرت سر مونڈے جاتے ہیں۔ صرف ایک لٹ نشانی کے طور پر باقی رکھ لی جاتی ہے باقی تمام سر، جس کو وہ خدا سمجھتے ہیں اس کی خاطر، مونڈ لئے جاتے ہیں۔ اور اسی طرح وہ مقدس مقامات کے طواف بھی کرتے ہیں وہاں کئی قسم کے بھجن گاتے ہیں۔ اپنے لباس کو وہ کم سے کم کرتے ہیں۔ بعض صرف ایک چادر میں لپٹے ہوئے حج کرتے ہیں یعنی تیرتھ یاترا۔ غسل بھی حج کے ساتھ متعلق ہے۔ بنارس کے پانی کو منبع سے لے کر اس کے آخر تک مقدس سمجھا جاتا ہے اور وہ پانی تبرک کے طور پر اسی طرح وہ لے کر اپنے گھروں کو لوٹتے ہیں جس طرح مسلمان حج ادا کرنے والے آب زمزم کی بوتلیں بھر کر اپنے گھروں کو واپس آتے ہیں۔ تو یہ ایک عجیب مضمون ہے جس کو قرآن کریم نے بیان فرمایا ہے اور کسی کتاب نے اس

کا ذکر نہیں کیا۔ آپ دنیا بھر کے مذاہب کا مطالعہ کر کے دیکھ لیجئے حج کا ذکر تو وہاں ملے گا مختلف رنگوں میں۔ لفظ حج استعمال ہو یا نہ ہو لیکن ایسا عبادت کا مفہوم جس میں ایک مقدس مقام کی زیارت ہو۔ جاتے ہوئے ان میں بہت سے ہیں ایسے ہوں جو سر مونڈ چکے ہوں اور یہ بھی ایک اخلاص کی اور سپردگی کی علامت ہے۔ پھر کپڑوں میں سادگی، ایک چادر میں لپٹے ہوئے ہونا، پھر اشنان کرنا اور وہاں سے کوئی مقدس چیز تبرک کے طور پر لے کر واپس لوٹنا، وہاں قربانیاں کرنا یا بنی نوع انسان کی بہبود کے لئے کثرت سے خیرات کرنا اور بنی نوع انسان کی خاطر یا اللہ کی خاطر بنی نوع انسان کی خدمت کرنا۔ یہ تمام وہ مضامین ہیں جن کا حج سے تعلق ہے۔ پس یہ ایک عالمگیر نظام ہے جو اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو بالآخر ایک ہاتھ پر اکٹھا کرنے کے لئے بنایا۔

لیکن یہ ایک عجیب بات ہے اور مسلمانوں کے لئے انتہائی دکھ کا مقام ہے کہ وہ حج جو بعض مخصوص قوموں یا ملکوں یا مذاہب سے تعلق رکھتے تھے اور عالمگیر نہیں تھے ان کے حج کے مقامات پر تو تمام بنی نوع انسان کو کھلی اجازت ہے کہ وہ آئیں اور اسی طرح حج کریں لیکن وہ حج جو تمام حجوں کا ارتقاء تھا، جس کی تیاری کی خاطر تمام بنی نوع انسان کو، تمام مذاہب کو تربیت دی جا رہی تھی وہاں اب قدغن لگ چکی ہے اور تالے پڑے ہوئے ہیں اور پہرے دار بیٹھے ہوئے ہیں کہ مسلمانوں کے سوا اور کسی کو حج کی اجازت نہ دی جائے۔ حیرت ہوتی ہے اور انسان دکھ سے بے قرار ہو جاتا ہے کہ عجیب بات ہے کہ وہ ایک حج جس کے متعلق قران کریم کا دعویٰ ہے کہ اس گھر کے ارد گرد کیا جاتا ہے جو "اول بیت وضع للناس" پہلا گھر جو تمام بنی نوع انسان کے لئے بنایا گیا تھا وہاں تمام بنی نوع انسان کو جانے کی اجازت نہیں ہے۔ اور وہ گھر جو بعض محدود قوموں کے لئے، بعض خاص مذاہب کے لئے بنائے گئے تھے ان کے دل اتنے وسیع ہیں کہ وہ تمام دنیا کو دعوت دیتے ہیں کہ بے شک آئیں اور ہماری طرح حج کریں۔ یہ شرط سب میں قدر مشترک ہے۔ اگر آپ ہندوؤں کی تیرتھ یاترا کریں یعنی حج کے مقامات کی زیارت کریں تو قدرتی بات ہے کہ وہ یہ کم ہی پسند کریں گے کہ آپ وہاں جا کر نعرہ ہائے تکبیر بلند کریں اور مسلمانوں کی طرح وہاں اپنی رسوم عبادت ادا کریں۔ اگر آپ عیسائیوں کے کسی حج میں شامل ہونا چاہتے ہیں تو قدرتی بات ہے کہ وہ یہ پسند نہیں کریں گے۔ مگر اگر آپ ان کی عبادتوں کے طریق کو اپناتے ہوئے وہاں جاتے ہیں تو اس سے ان کو کوئی غرض نہیں کہ آپ کے مذہب کا نام

> **کسی عبادت کا آخری مقصد ایسا نمایاں اور ظاہر و باہر عشق نہیں ہے جیسے حج کی عبادت اپنے تمام مناسک کے ساتھ آپ پر یہ مضمون ظاہر کرتی ہے**

کیا ہے، کس قوم سے، کس ملک سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کی طرح ان کے مقدس مقامات پر فریضہ عبادت ادا کریں تو سب کے لئے کھلی اجازت ہے کہ شوق سے آئیں اور جو چاہے کریں۔ لیکن جس حج کی ممانعت کا میں ذکر کر رہا ہوں وہاں یہ بحث نہیں کہ کوئی مسلمانوں کی طرح حج کرتا ہے یا نہیں۔ بحث تو یہ ہے کہ اس کا مذہب کیا ہے اگر اس کا مذہب کچھ اور نکلے اور پولیس کی تحقیقات سے ثابت ہو جائے کہ اس کا اصل مذہب عیسائی تھا یا کچھ اور تھا تو ان کو کڑی سزائیں دی جائیں گی۔

پس کیسا مضمون الٹ گیا ہے، تہ و بالا ہو گیا ہے۔ وہ حج کا ایک مقام جو تمام بنی نوع انسان کے لئے بنایا گیا تھا وہ تمام بنی نوع انسان کے لئے کھلا نہیں رہا اور وہ مقامات جو خاص قوموں کے لئے بنائے گئے تھے وہ تمام بنی نوع انسان کو اپنے ہاں آنے اور تیرتھ یاترا کی اجازت دیتے ہیں بلکہ اگر کوئی آئے تو وہ اس پر فخر محسوس کرتے ہیں۔ پس حج کا یہ جو مرکزی نقطہ ہے اسے آپ یاد رکھیں اور جماعت احمدیہ کو ہمیشہ کے لئے یہ پیغام دل نشین کر لینا چاہئے کیونکہ ہم نے اسلام کی سچی قدروں کو دوبارہ اجاگر کرنا ہے اور تمام بنی نوع انسان کو قرآن کی تعلیم کی طرف بلانا ہے اور قرآن کی تعلیم کے ان حسین پہلوؤں کو جو بعض لوگوں کے تعصبات کے تلے دب چکے ہیں جیسے کسی خوبصورت چیز پر رفتہ رفتہ گرد کی تہیں جم جاتی ہیں انہیں صاف کرنا ہے، اس کی گرد کو دور کرنا ہے، یہ روحانی غسل خانہ کعبہ کو دینا ہے کہ جس غسل کے بعد پھر وہ خانہ کعبہ ابھرے جو محمد رسول اللہ کے دل پر جلوہ گر ہوا تھا، جس کی ابراہیم اور اسماعیل نے تعمیر کی تھی اور وہ اجنبی لوگ جن کا نام نہیں لیا گیا اور ہمیشہ دل حیرت سے ان کا تصور باندھتا ہے کہ قرآن کریم میں ان کا بے نام کے ذکر ہے۔ "اول بیت وضع للناس" کچھ خدا کے بندے ایسے تھے جنہوں نے وہ گھر تعمیر کیا تھا کون تھے؟ ہم نہیں جانتے۔ کتنے زمانے پہلے کی بات ہے؟ ہمیں کچھ علم نہیں۔ مگر وہ پہلا گھر جو تمام بنی نوع انسان میں مشترک تھا یقیناً اسی زمانے کی تعمیر ہو گا جبکہ بنی نوع انسان خود ایک خاندان کی طرح تھے جبکہ انسانیت کا آغاز ہوا تھا۔ جبکہ حیوانی دنیا سے ایک عظیم ارتقاء کے نتیجہ میں، ایک حیرت انگیز انقلابی ارتقاء کے نتیجہ میں انسان کا وجود پہلی دفعہ منصہ شہود پر ابھرا۔ اس عالم میں ایک حیرت انگیز اضافہ ہوا۔ اچانک گونگے جانوروں کی بجائے جو اپنے مافی الضمیر کو وضاحت سے ادا کرنے سے قاصر تھے ایک ایسا وجود ابھرا جو "سمیعا بصیرا" تھا۔ وہ سنتا بھی تھا اور دیکھتا بھی تھا اور بولنے کی اور بیان کرنے کی طاقت رکھتا تھا۔ وہ زمانہ ہے جس کے متعلق میں سمجھتا ہوں کہ قرآن کریم کی یہ آیت اشارہ کرتی ہے اور اسی لئے اس گھر کا ایک نام "بیت عتیق" رکھا گیا ہے۔ قرآن کریم میں اس کے مختلف نام ہیں ان میں سے ایک نام بیت عتیق ہے یعنی قدیم ترین گھر۔ اب یہ عجیب بات ہے کہ بعض دوسرے مذاہب میں بھی عتیق ہونے کے دعوے ان کے مقدس مقامات سے وابستہ ہیں اور جہاں تک ہندوازم کا تعلق ہے ان کے نزدیک تو ان کی کتاب بھی یعنی وید مقدس اتنی قدیم ہے کہ زمانے کے آغاز سے پہلے تھی اور قدیم ترین ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ ان کی تہذیب بھی قدیم ترین ہے اور ان کے مقدس مقامات بھی قدیم ترین ہیں حالانکہ جہاں تک بنارس کا تعلق ہے، معلوم انسانی تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ بنارس پہلی مرتبہ مسیح سے چھ سو سال قبل وجود میں آیا اور اس کے تقدس کی تاریخ مسیح سے چھ سو سال قبل شروع ہوتی ہے یعنی حضرت بدھ علیہ السلام سے ایک سو سال پہلے۔ مگر قدامت کے دعوے بہر حال موجود ہیں اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ قدامت کے دعوے ان قوموں نے پرانی قوموں سے ورثے میں پائے ہیں اور قدامت سے مراد وہی ایک گھر ہے جسے بیت عتیق کہا گیا ہے اور اس گھر سے وابستہ پیغام ہی قدیم ترین پیغام ہے اور وہی ہے جو سب سے پہلے وجود میں آیا اور وہ دین ابراہیمی ہے جو ابراہیم سے پہلے ہی وجود میں آ چکا تھا۔

جب ہم یہ سنتے ہیں کہ ہندوؤں کا دعویٰ ہے کہ وید آفرینش سے پہلے، انسان یا کائنات کی بناوٹ سے پہلے سے موجود ہیں تو بظاہر تعجب کی بات ہے اور بعض لوگ نادانی میں اس خیال کو ایک غلط خیال سمجھ کر رد کر دیتے ہیں۔ لیکن امر واقع یہ ہے کہ تمام کلام الٰہی، اس کا کچھ بھی نام رکھ دیا جائے، وہ ہمیشہ سے ہے ان معنوں میں کہ لوح محفوظ میں وہ کلام موجود تھا۔ ابھی تخلیق کائنات بھی نہیں ہوئی تھی تو الٰہی کلام خواہ وہ کسی نام سے دنیا پر ظاہر ہوا ہو وہ ان معنوں میں موجود تھا۔ یہی وجہ ہے یعنی اس مفہوم کو سمجھتے ہوئے پرانے زمانے میں یعنی اسلام کے وسطی ازمنہ میں اس بات پر بہت بحثیں چلیں کہ قرآن مخلوق ہے یا غیر مخلوق ہے۔ اور یہ بحثیں اتنی شدت اختیار کر گئیں کہ بعض لوگ جو اس بات کے قائل تھے کہ قرآن مخلوق ہے جب ان کا زور چلا تو ان لوگوں کو انہوں نے کوڑے مروائے ان کو پھانسیوں پر چڑھا دیا۔ بعض دفعہ ان کی قبریں اکھیڑیں اور انہیں مرنے کے بعد ان کے پنجروں کو پھانسیوں پر لٹکایا کہ وہ ہمارے عقیدے کے خلاف بات کرتے ہیں۔ اور وہ لوگ جو یہ سمجھتے تھے کہ خدا کا کلام ہمیشہ سے ہے اسے مخلوق کہنا قرآن کی یا کلام کی بے حرمتی ہے، وہ جب طاقت میں آتے تھے تو وہ لوگ جو کہتے تھے کہ مخلوق ہے ان کو کوڑے لگائے جاتے تھے اور ایسے ایسے دردناک واقعات اسلامی تاریخ میں اس موضوع پر ملتے ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ حضرت امام احمد بن حنبل جو چار فقہوں میں سے ایک فقہ کے ایک عظیم امام ہیں، آج کی دنیا میں ہم تصور بھی نہیں کر سکتے کہ ان کے خلاف کوئی حکومت فتویٰ دے یا کچھ علماء کفر کا فتویٰ دیں۔ ان کا یہ عقیدہ تھا کہ الٰہی کلام قدیم سے نہیں بلکہ ازل سے ہے اور وہ چیز جو خدا کی ذات کے ساتھ ہمیشہ سے موجود ہو وہ ایک قسم کا Blue Print ہے جس میں وہ محفوظ ہوتا ہے، اس کو تخلیق نہیں کہہ سکتے۔ چنانچہ اس جرم میں ان کو پا بہ سلاسل اور ہاتھوں میں بھاری ہتھکڑیاں ڈال کر قضا میں پیش کیا گیا۔ قضاء سے فتویٰ صادر ہوا یہ شخص اول قسم کا مرتد اور دنیا کو گمراہ کرنے والا اور بہکانے والا ہے۔ چنانچہ ان کی سزا یہ مقرر کی گئی کہ کڑی دھوپ میں ان کو زنجیروں میں باندھ کر بٹھایا گیا اور جلاد ان پر کوڑے برساتا رہا اور جب ایک جلاد تھک جاتا تھا تو ایک اور جلاد ان پر کوڑے برسانے کے لئے آ جاتا تھا اور برستے ہوئے کوڑوں میں وہ یہی کہتے رہے کہ کلام اللہ تخلیق نہیں ہے۔ اللہ کا کلام ہمیشہ سے خدا کے ساتھ ہے۔

پس عتیق کے معنے سمجھنے میں بھی لوگوں نے بڑی بڑی غلطیاں کھائی ہیں اور خدائی اپنے

DISTRIBUTORS OF PITTA BREAD
PLAIN AND FRUIT YOGURT
MANGOES & SEASONAL FRUIT
AND VEGETABLES

ZAHID KHAN
081 949 1044
IMMEDIATE DELIVERY
ANYWHERE IN LONDON

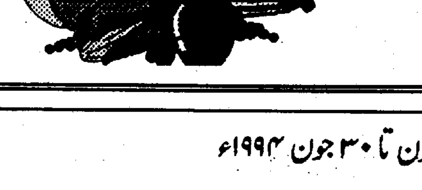

ہاتھوں میں لی ہے اور خدا کے پاک بندوں کو اذیت دینے اور دردناک سزائیں دینے کی ذمہ داری قبول کر لی، یہ جسارت کی کہ خدا بن بیٹھے اور اس دنیا میں ہی حشر قائم کر دیا مگر حقیقت یہ ہے کہ انسان کو آخر انسانیت سیکھنی ہوگی۔ کوئی الٰہی تعلیم انسانیت سے ہٹ کر اور اس سے متصادم نہیں ہو سکتی۔ یہ ایک بنیادی قانون ہے جس میں کبھی کوئی تبدیلی نہیں ہوئی نہ کبھی آئندہ ہوگی۔ پس ہر وہ تعلیم جو سچی ہے اس کی اصطلاحوں کے وہ معنی ہی قابل قبول ہونگے جو ہر فطرت کو یعنی انسانی فطرت کو قبول ہوں۔ صرف ذہنی ورزشوں کے نتیجہ میں معنے ظاہر نہ کئے جائیں بلکہ گہرے انسانی فطرت سے وابستہ معنے ہوں۔ پس ان معنوں میں جب ہم خانہ کعبہ کو قدیم دیکھتے ہیں اور بعض دوسرے مذاہب کے دعاوی اس کے مقابل پر دیکھتے ہیں جب وہ کہتے ہیں ہمارے مراکز قدیم سے ہیں تو اس میں کسی اشتعال انگیزی کی بات نہیں، کسی غصے اور بھڑک اٹھنے کی بات نہیں ہے، کوئی حرج نہیں ہے اگر ہندو اپنے مقدس مقامات کو قدیم کہتے ہیں یا اپنی

اگر اس حج کی روح کو قائم رکھنا ہے تو آپ کو تمام دنیا میں ان بنیادی صفات کو قائم کرنے کے لئے جہاد کرنا ہوگا جن کا ذکر قرآن کریم نے فرمایا ہے

ویدوں کو قدیم کہتے ہیں۔ قرآن کریم نے اس مسئلہ کو اس طرح حل کیا کہ قدیم اس چیز کو کہا جس کا کوئی نام نہیں رکھا اور صرف خدا سے اور بنی نوع انسان سے وابستہ کر دیا۔ "ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ" وہ پہلا گھر جو بنی نوع انسان کی خاطر، جس میں تمام بنی نوع انسان شامل ہیں۔ ان میں ہندو بھی ہیں، عیسائی بھی ہیں، سکھ بھی ہیں یہودی بھی ہیں، زرتشتی بھی ہیں، بدھسٹ بھی ہیں تاؤسٹ بھی کہتے ہیں، کنفوشنسٹ بھی ہیں۔ ہر قسم کے مذاہب جن کا آپ تصور باندھ سکتے ہیں وہ تمام اس آیت کے فیض کے دامن میں ہیں، اس فیض کے سائے میں ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان سب کی خاطر ہم نے پہلا گھر یہاں بننے دیا تھا یا ایسا واقعہ ہوا کہ پہلا گھر یہاں بنایا گیا۔ اب اللہ بہتر جانتا ہے کہ وہ کون لوگ تھے؟ ان کا مذہب کیا تھا؟ اس کا کوئی نام نہ بتایا گیا ہے نہ ہمیں سوچنے کی ضرورت ہے کیونکہ ناموں ہی سے بعد میں یہ جھگڑے چلے ہیں۔ ان کا مذہب وہی ہے جو ان آیات کریمہ میں بیان کیا گیا ہے کہ وہ لوگ وہ تھے جنہوں نے خدا کی خاطر، خدا ہی سے قربانی کرنے کے طریق سیکھے اور "ذللا" جھکتے ہوئے اور عاجزی کے ساتھ ان رستوں کی پیروی کی اور پھر ان میں جو صفات ابھری ہیں وہ یہ تھیں کہ اللہ کی محبت ان کے دلوں پر قابض ہو گئی۔ اللہ کی محبت نے ان کے دلوں پر غلبہ پا لیا اور خدا کا نام سن کر بعض دفعہ ان کے دلوں پر ایک زلزلہ طاری ہو جاتا تھا یہ وہ لوگ ہیں جب بھی ان کو دنیا میں تکلیفیں پہنچتی ہیں یہ صبر کرتے ہیں اور واویلا نہیں کرتے عبادت کو قائم کرتے ہیں اور بنی نوع انسان کے لئے اللہ کی خاطر خرچ کرتے ہیں۔

پس یہ وہ صفات ہیں جن کی خاطر، جن کو پھیلانے کے لئے ہمیں عالمی جہاد کرنا ہوگا اور اگر ہم یہ جہاد کریں اور خدا کی عبادت کو خدا کی خاطر خالص کر کے قائم کر دیں اور ایسے دل پیدا کریں جو اللہ کی محبت میں گرفتار ہوں اور ایسے صابرین پیدا کریں جن کو ہر مصیبت خدا کی محبت میں آسان دکھائی دیتی ہو۔ صبر کی یہ تعریف ہے جو سمجھنی ضروری ہے اور اس حج کے تعلق میں صبر کا مضمون آپ پر روشن کرنا بہت ضروری ہے کیونکہ حج کے ساتھ صبر کا ایک گہرا تعلق ہے اس کی تفصیل میں آج نہیں جاؤں گا لیکن پھر کبھی انشاء اللہ اس مضمون کو کھولوں گا لیکن سردست یہ بتانا ضرور سمجھتا ہوں کہ صبر کا حج کے ساتھ ایک بہت گہرا اور دائمی تعلق ہے۔ صبر کے نتیجے میں حج عطا ہوتا ہے اور حج کے مناسک ادا کرنے کی توفیق ملتی ہے۔ اس خانہ کعبہ کی تعمیر نو جب ہوئی تھی تو اس میں بھی تو صبر ہی تھا جو سب سے زیادہ کار فرما تھا۔ حضرت ہاجرہ اور آپ کے بیٹے اسماعیل نے جو نمونے خدا کی خاطر دکھائے ہیں وہ صبر کے ہی تو نمونے تھے۔ کس طرح بیٹا وہاں پیاس کی شدت سے ایڑیاں رگڑ رہا تھا اور کس بے چینی سے ماں صفا اور مروہ کے درمیان چکر لگا رہی تھی جیسے کوئی غم میں دیوانی ہو چکی ہو۔ اور پھر بھی خدا کی خاطر اس نے صبر کیا اور اس بچے نے صبر کیا اور ابراہیم ان کے باپ نے صبر کیا اور اس کے نتیجے میں حج کا وہ جاری چشمہ جو کسی زمانے میں بند ہو چکا تھا از سر نو پھر جاری کیا گیا۔ پس صبر کرنے والے دنیا میں پیدا کرنے ہونگے اور صبر کا عشق الٰہی سے تعلق ہے کیونکہ کوئی مصیبت دنیا میں عشق کے بغیر آسان نہیں ہو سکتی۔ اور جب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب ان کے سامنے اللہ کا نام لیا جاتا ہے تو ان کے دل کانپنے لگ جاتے ہیں۔ تو مراد یہ ہے کہ محبت کے غلبے سے کانپ اٹھتے ہیں اور ایسے لوگوں کو ہر دوسری مصیبت اللہ کی خاطر آسان دکھائی دیتی ہے کیونکہ اللہ ہی ہے جو سب کچھ عطا کرنے والا ہے۔ وہی مقصود ہے، وہی مطلوب ہے، اسی نے پیدا کیا، وہی واپس لے جانے والا ہے۔ پس محبوب کا ہاتھ کچھ دے کر واپس لے تو جاہل ہوگا جو اس ہاتھ کو جھٹک دے، پاگل ہوگا جو اس ہاتھ کو جھٹک دے۔ عشق سے عاری ہوگا جو اس ہاتھ کو جھٹک دے۔ پس اللہ کا ہاتھ جب کچھ دیتا ہے اور پھر واپس لے لیتا ہے یا اس کی تقدیر بعض طاقتوں کو اجازت دیتی ہے کہ تمہیں کچھ نقصان پہنچائیں تو چونکہ یہ سب کچھ رضائے باری تعالیٰ کی خاطر مومن کو بہرحال برداشت کرنا ہے کیونکہ اللہ کی محبت کی خاطر اس کی سب تقدیر کے سامنے سر تسلیم خم کرنا ہوتا ہے یہ ایک عاشق کا مزاج ہے اسی لئے اس کے معاً بعد اللہ تعالیٰ نے صبر کا مضمون بیان فرمایا کہ یہ وہ لوگ جو حج کی پیداوار ہیں یعنی ملت واحدہ کا جزو ہیں جو تمام مختلف قوموں میں پیدا ہوئے ان میں قدر مشترک رکھنے والے یہ لوگ ہیں یعنی وہ جو اللہ کی محبت میں گرفتار، اس سے کلیۃً مغلوب اور پھر وہ جو خدا کی خاطر ہر دوسرے نقصان کو شوق سے برداشت کر لیتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنا بیٹا مبارک احمد بہت پیارا تھا مگر جب وہ فوت ہوا تو دیکھیں کیسا پیارا کلام ہے جس میں آپ نے اس مضمون کو بیان فرمایا کہ مبارک ہمیں بہت پیارا تھا۔

وہ آج ہم سے جدا ہوا ہے ہمارے دل کو حزیں بنا کر

لیکن پھر یہ فرمایا۔

بلانے والا ہے سب سے پیارا اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

ٹھیک ہے بہت پیاری چیز تھی جو واپس چلی گئی لیکن جس نے بلایا ہے وہ تو سب سے پیارا ہے پس اس پیارے کی خاطر ادنیٰ پیاروں کو رخصت کر دینا ہی صبر ہے اور اس پر واویلا نہ کرنا ہی صبر ہے اور یہی مفہوم ہے اس آیت کا۔

اس کے بعد فرماتا ہے "والمقیمی الصلوٰۃ" یہ وہ لوگ ہیں جو نماز کو قائم کرتے ہیں۔ عبادت، اللہ سے محبت کے اظہار کا ایک ذریعہ ہے جو ایک باقاعدہ طریق کے مطابق ہمیں سکھایا گیا ہے۔ اگرچہ ذکر الٰہی بھی عبادت میں داخل ہے۔ اللہ کے تعلق میں ہر وہ حرکت جو انسان اپنی زندگی میں کرتا ہے اگر وہ تعلق کے تابع ہے اور اللہ کے تعلق میں رونما ہو رہی ہے تو وہ سب کچھ بھی عبادت بن جاتا ہے یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم اپنی بیوی کے منہ میں لقمہ بھی ڈالتے ہو اس لئے کہ اللہ چاہتا ہے کہ تم اپنی بیوی سے حسن سلوک کرو تو یہ بھی تمہاری عبادت ہے۔ تو عبادت کا مضمون تو انسانی زندگی کے ہر جزو، ہر سکون، ہر حرکت پر حاوی ہے لیکن یہاں وہ عبادت مراد ہے جو باقاعدہ ہر مذہب میں ایک خاص طریق کے مطابق سکھائی جاتی ہے۔ اسے قائم کرنا پڑتا ہے۔ اس کی حفاظت کرنی پڑتی ہے اور یہ باقاعدہ عبادت ہے۔ جو عشق کا لازمہ ہے۔ عشق کے نتیجے میں ایک باقاعدہ طریق کے مطابق اپنے محبوب کی چوکھٹ پر حاضری دینا اسی کا نام عبادت ہے۔ تو پھر یہ عبادت کرتے ہیں اور عبادت انہیں کیا سکھاتی ہے۔ صبر کا ایک اور مضمون ہے جو یہاں بیان ہوا ہے۔ پہلے صبر کا یہ مضمون تھا کہ اپنے محبوب کی خاطر وہ چیزیں جو تمہارے ہاتھ سے جاتی رہیں جن پر تمہارا اختیار نہیں ہے ان کے کھو جانے پر واویلا نہ کرو بلکہ اپنے پیارے کی خاطر اس نقصان کو قبول کر لو اور سر تسلیم خم کرتے ہوئے قبول کرو، اس نتیجے میں تم اس کا اور بھی زیادہ پیار حاصل کرو گے لیکن جس مضمون سے بات شروع ہوئی اب آخر پر یہ فرمایا گیا کہ اس کے نتیجے میں ان کو دنیا کی چیزوں کی محبت ہی کم ہو جاتی ہے اور صرف یہ کر وہ "کرھا" مجبور ہو کر اپنے ہاتھ سے کھوئی ہوئی چیزوں پر صبر کرتے ہیں بلکہ جن باتوں میں مجبور نہیں ہیں، وہ چیزیں ان کی ہیں، ان کے قبضہ قدرت میں ہیں، اللہ کی طرف سے اجازت ہے جیسے چاہیں استعمال کریں، پھر بھی اس کی راہ میں شوق سے خرچ کرتے ہیں۔ تو طوعاً و کرھا" کا مضمون ہے جو ان آیات میں بہت ہی پاکیزہ انداز میں بیان ہوا ہے کہ جو کچھ مجبوراً ان کے ہاتھ سے جاتی رہے وہ بھی خدا ہی کی طرف جاتی ہے خدا ہی کی خاطر اسے سر تسلیم خم کرتے ہوئے اور خدا کی رضا جوئی کرتے ہوئے قبول کرتے ہیں اور پھر خدا کی رضا حاصل کرنے کے لئے وہ چیزیں جو ان کے قبضہ قدرت میں نہیں، کوئی ان سے چھین نہیں سکتا، کوئی ان سے زبردستی لے نہیں سکتا، محبت الٰہی سے مجبور ہو کر اس کی رضا حاصل کرنے کے لئے اس کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ تو یہ ہیں وہ صفات حسنہ جو حج کرنے والوں کے لئے لازمی ہیں۔

M.A. AMINI TEXTILES

SPECIALISTS IN: FABRIC PRINTING, PRINTED CRIMPLENE, 90" PRINTED COTTON, QUILT COVERS, PRAYER MATS, BEDDINGS, BED SETTEE COVERS

PROVIDENCE MILL, 108 HARRIS STREET,
BRADFORD BD1 5JA
TEL: 0274 391 832 MOBILE: 0836 799 469

81/ 83 ROUNDHAY ROAD LEEDS, LS8 5AQ
TEL: 0532 481 888 - FAX NO. 0274 720 214

ایک حج وہ ہے جو ظاہری اور رسمی حج ہے اور اس کے نتیجے میں بیت اللہ کا طواف کیا جاتا ہے یا ان مقدس تیرتھوں کا طواف کیا جاتا ہے جہاں لوگ یاترا کے لئے جاتے ہیں، جو بھی نام آپ رکھ لیں مگر حج کرنے والوں کے ذہن میں خدا کو راضی کرنے کا تصور ہے جو غالب ہے۔ پس جس مذہب میں بھی، جس قوم میں بھی، جس خطہ ارض میں بھی خدا کی خاطر کسی مقدس مقام کی زیارت کی جائے اس کے لئے لازم ہے کہ یہ صفات حسنہ ساتھ لے کر وہاں چلے اور یہ وہ زاد راہ ہے جس کے نتیجے میں تمہارا سفر بخیریت تمام ہو گا۔ اگر یہ زاد راہ پاس نہیں اور ظاہری طور پر خواہ اس مقدس مقام کا نام مکہ رکھو یا کعبہ کہو جو چاہو کہہ لو یا بنارس رکھ دو یا متھرا، وہ بہر حال خدا کے حضور قابل قبول نہیں ہو گا۔ پس خدا بنی نوع انسان کو اکٹھا کرنے کے لئے حج پر ہمارے لئے ایک Exercise ، ایک ورزش، ایک کوشش، ایک جدوجہد مقرر فرماتا ہے اور ہر وہ شخص جو چاہتا ہے کو اس کا حج قبول ہو اس کو ہر وہ فعل کرنا چاہئے جو اللہ کی رضا کی خاطر بنی نوع انسان کو اکٹھا کرنے والا ہو اور اس پہلو سے ایک امت واحدہ کی تعمیر کا کام آگے بڑھتا چلا جائے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس مضمون کو یوں بیان فرمایا ہے کہ دیکھو حج کی طرف جانا ہی کافی نہیں حج سے لوٹ کر آنا بھی بہت اہم ہے اور عجیب بات ہے کہ لوگ جانے کو تو اہمیت دیتے ہیں، لوٹنے کو اہمیت نہیں دیتے کہ کس حالت میں لوٹے ہیں۔ یہاں مراد یہ ہے کہ اگر تم ان صفات سے عاری ہو کر بھی گئے، اگر کچھ نقص رہ بھی گئے تھے تو حج ان نقائص کی کمی کو پورا کرتا ہے اور مقدس مقامات کی زیارت تمہارے دل کو حقیقی صاف پانی سے دھو ڈالتی ہے

کوئی الٰہی تعلیم انسانیت سے ہٹ کر اور اس سے متصادم نہیں ہو سکتی

اور وہ نقائص جو اس سے پہلے رہ گئے تھے وہ نقائص جھاڑ کر تم واپس لوٹتے ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس مضمون کی طرف توجہ دلائی ہے کہ حج تو بڑے شوق سے کرنے جاتے ہو لیکن کبھی یہ بھی دیکھا ہے کہ لوٹے کس حالت میں ہو! کیا دل پاک اور صاف کر کے لوٹے ہو یا پہلے نقائص کو جھاڑ کر آئے ہو یا جیسے گئے تھے ویسے ہی لوٹ آئے ہو۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

"دیکھو حج کے واسطے جانا خلوص اور محبت سے آسان ہے"

یعنی پہلا سفر محبت کے نتیجے میں طے ہو جاتا ہے تم جیسا بھی ہو گر پڑ کر وہاں پہنچ جاتے ہو۔

"مگر واپسی ایسی حالت میں مشکل بہت ہے" واپسی ایسی حالت میں مشکل ہے کہ واپس آؤ تو پھر اللہ کی محبت لے کر لوٹو اور بنی نوع انسان کے لئے بھی اللہ کی محبت کا پیغام لے کر واپس آؤ۔

"بہت ہیں جو وہاں سے نامراد اور سخت دل ہو کر آتے ہیں" کتنے حاجی ہیں جو تقویٰ کی باتیں کرتے ہوئے جاتے ہیں اور واپس ایسی حالت میں آتے ہیں کہ پہلے سے زیادہ جرائم میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ نامراد اور سخت دل ہو کر آتے ہیں "اس کی بھی یہی وجہ ہے کہ وہاں کی حقیقت ان کو نہیں ملتی۔ قشر کو دیکھ کر رائے زنی کرنے لگ جاتے ہیں وہاں کے فیوض سے محروم ہوتے ہیں اپنی بدکاریوں کی وجہ سے" یعنی فیوض سے محروم ہوتے ہیں اپنے گناہوں اور بدکاریوں کی وجہ سے کیونکہ بعض بدکاریاں ایسا پختہ رنگ اختیار کر لیتی ہیں کہ کسی پانی سے دھل نہیں سکتیں اور پھر الزام دوسروں پر دھرتے ہیں۔ "اس واسطے ضروری ہے کہ مامور کی خدمت میں صدق اور استقلال سے کچھ عرصہ رہا جائے تاکہ اس کے اندرونی حالات سے بھی آگاہی ہو اور صدق پورے طور پر نورانی ہو جاوے"۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب قادیان آنے کی لوگوں کو تاکید فرمائی تو ہرگز یہ مراد نہیں تھی کہ قادیان گویا ان کا حج ہو گا۔ یہ جو مضمون ہے جو میں نے آپ کے سامنے پڑھ کر سنایا ہے ان تمام شبہات کا ازالہ کرتا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے باطنی نور کو اس شان سے روشن تر کر کے دکھاتا ہے کہ پہلے اس شان کے ساتھ بعض نظروں پر وہ ظاہر نہیں ہوا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس لئے جماعت کو قادیان کی طرف بلاتے تھے تاکہ ان کا حج قبول ہو جب وہ حج کرنے جائیں اور یہاں سے صفا ہو کر پھر وہ بیت اللہ کی طرف روانہ ہوں تاکہ وہاں سے تمام فوائد اور فیوض جو وابستہ ہیں وہ ان سے عاری ہو کر نہ لوٹیں بلکہ ان سے پوری طرح متمتع ہو کر اور فیض اٹھا کر واپس آئیں۔ فرماتے ہیں اس کی بھی یہی وجہ ہے کہ حقیقت ان کو وہاں نہیں ملتی ان کو حقیقت دکھانے کے لئے ضروری ہے کہ کسی پاک کی صحبت میں رہیں اور یہ ایک عجیب فقرہ ہے جس کو غور سے سننا ضروری ہے فرماتے ہیں:۔

"تاکہ صدق پورے طور پر نورانی ہو جاوے"

حج کا مضمون دنیا کی ہر مذہبی قوم میں پایا جاتا ہے گویا دنیا کی تمام قوموں کو ایک ہاتھ پر جمع کرنے کے لئے آغاز ہی سے تیار کیا جا رہا تھا

اب بظاہر تو انسان یہ سمجھتا ہے کہ صدق، صدق ہی ہے۔ لیکن انسان کی فطرت میں درجہ بدرجہ اتنے پردے ہیں کہ بعض چیزیں جن کو وہ سچ سمجھتا ہے اس ایک پردے کے پیچھے وہ سچ دکھائی دیتی ہیں مگر جب وہ پردہ اٹھا کر اگلی منزل پر پہنچتا ہے تو پردے کے پیچھے اسے جھوٹ دکھائی دیتا ہے اور جوں جوں وہ ترقی کرتا چلا جاتا ہے اس کو اپنے وجود کی اندرونی گہری باتوں پر، اندرونی حالتوں پر اطلاع ہوتی چلی جاتی ہے اور یہ اندھیروں سے نور کی طرف کا سفر ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ تم میں سے بہت ہیں جو بظاہر صدق کے ساتھ وہاں جاتے ہوں گے۔ ان کی نیتوں میں تو کوئی فتور دکھائی نہیں دیتا۔ سچائی ہی سمجھتے ہوں گے مگر اگر پاک انسان کی صحبت میں وہ زندگی بسر کریں، کچھ دن ٹھہریں تو ان کا صدق نورانی ہو جائے گا اور نور جس پردے میں بھی ہو نور ہی نور ہے۔ وہ پردوں کے ماوراء کو روشن کر دیتا ہے۔ ظلمات، نور پر قابض نہیں ہو سکتے۔ پس سچائی کی بھی مختلف حالتیں اور مختلف کیفیتیں ہیں۔ آپ فرماتے ہیں جب تک تمہارا سچ نورانی نہ ہو جائے اس وقت تک تم الٰہی نور سے پوری طرح فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ پھر حج کے مضمون پر مزید روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"حج سے صرف اتنا ہی مطلب نہیں کہ ایک شخص گھر سے نکلے اور سمندر چیر کر چلا جاوے اور رسمی طور پر کچھ لفظ منہ سے بول کر ایک رسم ادا کر کے چلا آوے۔ اصل بات یہ ہے کہ حج ایک اعلیٰ درجہ کی چیز ہے جو کمال سلوک کا آخری مرحلہ ہے"۔

"کمال سلوک کا آخری مرحلہ ہے" کیا مراد ہے؟ بہت سے ایسے حاضرین میرے سامنے بیٹھے ہیں اور بہت سے ایسے ہیں جو دنیا کے مختلف ممالک میں مختلف زمینوں پر میرے اس پیغام کو سن رہے ہیں جن کو زیادہ اردو سے واقفیت نہیں اور ہو سکتا ہے ترجمہ کرنے والے جو مختلف زبانوں میں ترجمہ کر رہے ہیں وہ بھی یہ لفظ نہ سمجھ سکیں۔ سلوک سے مراد ایک خاص اصطلاح ہے۔ خدا کی راہ میں ایک منزل سے دوسری منزل اور دوسری سے تیسری کی طرف ایک مستقل جاری سفر۔ اس لئے ہر مقام جس پر اس سفر میں انسان پہنچتا ہے اسے سلوک کی منزل کہا جاتا ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ سلوک کی آخری منزل کوئی بھی نہیں۔ ایک لامتناہی سفر ہے مگر اس دنیا میں ایک ایسا مقام ہے جہاں پہنچ کر انسان یہ سمجھ سکتا ہے کہ میرے سفر کا منتہیٰ، جہاں تک میں پہنچ سکتا تھا وہ یہاں جا کے مجھے حاصل ہو جائے گا۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہاں تمام سلوک کی راہیں بند ہو جاتی ہیں۔ اس کا سمجھنا اس لئے ضروری ہے تاکہ آپ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلام کا کوئی غلط مطلب دل میں نہ جما لیں۔ سلوک کی راہیں لامتناہی ہیں مگر ہر انسان کو سلوک میں ایک درجہ کمال حاصل ہو جاتا ہے۔ اور اس کا سلوک اگرچہ ایک جاری سفر ہے مگر درجہ کمال کے ساتھ پھر جاری ہوتا ہے۔ سفر کے مختلف طریق ہیں کبھی گر پڑ کر آپ سفر اختیار کرتے ہیں۔ کبھی سبک قدموں کے ساتھ وہ سفر جاری رکھتے ہیں۔ کہیں سفر کے تمام فوائد سے آپ استفادہ کر رہے ہیں کہیں کئی قسم کے عوارض لاحق ہیں۔ سفر ہے مگر اس سفر کی لذت یابی سے محروم ہیں۔ کئی ایسے سفر ہیں جہاں خوش مناظر آپ کے دل پر قبضہ کرتے ہیں اور آپ کی آنکھوں کو لذت دیتے ہیں لیکن اگر بیمار ہوں اور تکلیف میں مبتلاء ہوں تو انہیں مناظر کا سفر آپ کو کوئی بھی لذت نہیں پہنچاتا بلکہ محرومی کا احساس بڑھ جاتا ہے۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جہاں "کمال سلوک" کا لفظ استعمال فرما رہے ہیں مراد یہ نہیں ہے کہ حج کے بعد آگے پھر سفر نہیں ہے۔ حج پر جا کر آپ کو سفر کے اسلوب آ جائیں گے اگر حج سے استفادہ کریں گے تو خدا کی راہ میں سفر کرنے کا بہترین طریق آپ کو میسر آئے گا۔ یہ مراد ہے جو حضور فرما رہے ہیں "جو کمال سلوک کا آخری مرحلہ ہے" یعنی سفر کا آخری مرحلہ نہیں، سفر کے انداز کے کمال کا آخری مرحلہ ہے۔

M.A. AMINI TEXTILES

SPECIALISTS IN: FABRIC PRINTING, PRINTED CRIMPLENE, 90" PRINTED COTTON, QUILT COVERS, PRAYER MATS, BEDDINGS, BED SETTEE COVERS

PROVIDENCE MILL, 108 HARRIS STREET,
BRADFORD BD1 5JA
TEL: 0274 391 832 MOBILE: 0836 799 469

81/ 83 ROUNDHAY ROAD LEEDS, LS8 5AQ
TEL: 0532 481 888 - FAX NO. 0274 720 214

"سمجھنا چاہئے کہ انسان کا اپنے نفس سے انقطاع کا یہ حق ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی کی محبت میں کھویا جاوے اور تعشق باللہ اور محبت الٰہی ایسی پیدا ہو جاوے کہ اس کے مقابلہ میں نہ اسے کسی سفر کی تکلیف ہو اور نہ جان و مال کی پروا ہو۔ نہ عزیز و اقرباء سے جدائی کا فکر ہو۔ جیسے عاشق اور محبّ اپنے محبوب پر جان قربان کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے اسی طرح یہ بھی کچھ کرنے سے دریغ نہ کرے"۔

پس کمال سلوک سے مراد یہ ہے کہ سفر، محبت کی اس آخری کیفیت میں اختیار کیا جائے اور جاری رکھا جائے جس تک ہر انسان کی رسائی ہے۔ ہر شخص ایک سی محبت نہیں کر سکتا۔ ہر شخص کی محبت کرنے کی صلاحیتیں مختلف ہیں اور ان صلاحیتوں کا اس کے ذوق سے بھی تعلق ہے۔ پس جہاں کمال سلوک کا ذکر ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں مراد یہ ہے کہ ہر انسان کے اندر اس کی ایک کمال کی حد مقرر ہے اور وہ اپنا سفر اس حد سے ورے بھی شروع کر سکتا ہے۔ اس حد تک پہنچ کر اپنے سفر کو اپنے منتہیٰ تک پہنچا سکتا ہے۔ پس حج سے تمہیں وہ چیز میسر آئے گی جو تمہارے سلوک کو کمال بخشے گی اور وہ کیا چیز ہے۔ وہ عشق الٰہی ہے کیونکہ کسی عبادت کا آخری مقصد ایسا نمایاں اور ظاہر و باہر عشق نہیں ہے جیسے حج کی عبادت اپنے مناسک کے ساتھ آپ پر یہ مضمون ظاہر کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حج میں سر کے بال منڈوانے کا مضمون ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حج میں ایک چادر اوڑھ کر خدا کی راہ میں ننگے پاؤں دوڑنے بھاگنے کا مضمون ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض یادیں جن مقامات سے وابستہ ہیں ان مقامات کا دیوانہ وار چکر لگانا حج کہلاتا ہے اور یہ تمام دنیا کی قوموں میں قدر مشترک ہے۔

ہندوؤں کے مقدس مقامات پر مثلاً جگناتھ پوری میں بتایا جاتا ہے کہ جب جگناتھ کا رتھ وہاں سے نکلتا ہے تو لاکھوں عشاق دیوانے ہو جاتے ہیں ان کو اپنے تن بدن کا ہوش نہیں رہتا اور سینکڑوں ایسے ہیں جو رتھ کی راہ میں گرتے ہیں، اپنے بدن ڈال دیتے ہیں اور وہ رتھ ان کو بچانے کے لئے رکتی نہیں کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ جو اس راہ میں شہید ہوا وہ اپنے مقصد کو پا گیا، وہ اللہ کے عشق کو پالے گا اور اس طرح سینکڑوں آدمی وہاں اپنی قربانیاں پیش کرتے ہیں۔ تو یہ عشق کا مضمون ہر حج سے وابستہ ہے اور سب سے زیادہ اس کا تعلق بیت اللہ کے حج سے ہے۔ تمام تر انسان دنیا سے قطع تعلق ہو کر عاشقانہ حالت میں، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ، کپڑوں کا خیال ترک کر کے ایک چادر میں سفر کے لئے نکل کھڑا ہوتا ہے نہ اپنوں

صبر کا حج کے ساتھ ایک بہت گہرا اور دائمی تعلق ہے۔
صبر کے نتیجہ میں حج عطا ہوتا ہے

کی ہوش، نہ اقرباء کا خیال، نہ دوستوں کا تعلق، نہ دنیا کی متاع کا تصور اس کے دل پر قابض رہتا ہے۔ سب تعلقات کے رشتے منقطع کر کے وہ خدا کے حضور حاضر ہو جاتا ہے اور کیا دیکھتا ہے اور کیا پاتا ہے۔ کن جگہوں کی سعی کرتا ہے کن میدانوں میں جا کے ڈیرے ڈال لیتا ہے۔ کن پہاڑوں کے دامن میں وہ ذکر الٰہی بلند کرتا ہے اور کس جگہ جا کر وہ سر منڈاتا اور قربانیاں پیش کرتا ہے۔ یہ سارے مضامین ہیں جن کا کچھ کچھ علم تو ہمیں ہے لیکن ان کی کنہہ کا راز آج تک نہ اٹھایا گیا، نہ شاید کبھی انسان کو معلوم ہو سکے۔ ایک مرکزی بات ہے یہ عشق، اور بعض بہت ہی محبوب خدا کے بندوں کی حرکتیں تھیں جن حرکتوں کو، جن کی اداؤں کو، زندہ رکھا جا رہا ہے۔ چنانچہ یہ وہی مضمون ہے جس کو ایک عرب شاعر یوں بیان کرتا ہے ۔

الا حی لیلیٰ و اطلالها　　　　ورملة ریا و اجبالها

کہ دیکھو دیکھو اے جانے والے جب تم لیلیٰ کے مقام اور اس کے ٹیلوں کو دیکھنا جہاں میری محبوبہ لیلیٰ کچھ عرصہ زندگی بسر کر چکی ہے یا وہاں سے گزر چکی ہے۔ جن فضاؤں میں وہ سانس لے چکی ہے تو اسے میرا اسلام کہنا، ان ٹیلوں کو میرا اسلام کہنا، "ورملة ریا" اور ریا رملہ کے مقام اور اس کی پہاڑیوں کو میرا اسلام کہنا کیونکہ وہاں میری محبوبہ نے کچھ وقت گزارا ہے اور وہاں اس فضا میں اپنے سانس لئے ہیں۔

تو خانہ کعبہ کے حج پر جب لوگ جاتے ہیں تو انہیں معلوم نہیں کہ کون کون خدا کے پیارے تھے جنہوں نے کیا کیا عاشقانہ حرکتیں یہاں کی تھیں۔ مگر چونکہ وہ قدیم ترین مقام ہے جہاں سے اللہ کی محبت میں فدائیت کے اظہار کا آغاز ہوا تھا اس لئے خدا ہی جانتا ہے کہ کس کس مذہب کے بانی وہاں سے گزرے ہیں اور بعد میں وہ کن کن مذاہب کے نام سے مشہور ہوئے۔ لیکن ہم یہ جانتے ہیں کہ ان کا ذکر بہت طویل ہو گا اور ان میں سے بہت سے ایسے مذاہب ہیں جن کو ہم جانتے ہیں ان کے بانی ہوں گے جن کو خدا نے یہ توفیق بخشی کہ ان مقامات پر آئے اور والہانہ عشق کا اظہار کیا۔ بعض جگہ پڑاؤ ڈال کر بیٹھ گئے۔ بعض جگہ انہوں نے سر منڈائے۔ بعض جگہ قربانیاں پیش کیں۔ بعض جگہ دیوانہ وار گھومے اور طواف کے ذریعے اپنے عشق کا اظہار کیا۔ تو ایک ہی مضمون ہے یعنی عشق کا مضمون۔ تمام زمانوں پر پھیلا پڑا ہے۔ عتیق زمانے سے لے کر آج تک یہی مضمون ہے جو عبادت پر غالب ہے، جو خدا کے تعلق کے ہر رشتے پر غالب ہے، وہی ہے جو بنی نوع انسان کے تعلق میں تبدیل ہوتا ہے اور یہی حج کی روح ہے۔

پس اگر اس حج کی روح کو قائم رکھنا ہے تو آپ کو تمام دنیا میں ان بنیادی صفات کو قائم کرنے کے لئے جہاد کرنا ہو گا جن کا ذکر قرآن کریم نے فرمایا ہے اور حج کے نام پر بنی نوع انسان میں نفرت پھیلانا اور تفریق کرنا حج کے مضمون سے بغاوت کرنا ہے، مذہب کی روح سے بغاوت کرنا ہے۔ پس اللہ کے عشق میں ایسا کھوئے جائیں کہ وہ مقامات جہاں خدا کے پیارے بندوں نے سانس لئے ہیں وہ بھی پیارے لگنے لگیں۔ وہ پہاڑ، وہ ٹیلے، وہ میدان، جہاں دیوانہ وار خدا کے عاشق گھومتے پھرتے رہے ان مقامات کو دیکھیں تو خدا کی محبت سے آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جائیں۔ ان مقامات میں سانس لیں اور "اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر

حج دراصل مسلمانوں کے امت واحدہ بننے کی علامت نہیں بلکہ تمام بنی نوع انسان کے امت واحدہ بننے کی علامت ہے

اللہ اکبر وللہ الحمد" کے ترانے سنیں۔ یہ صدا بلند ہوتی، یہ عشق کی صدا بلند ہوتی دیکھیں اور سنیں تو آپ کے دلوں پر جھرجھری طاری ہو جائے۔ آپ کے وجود پر ایک زلزلہ آ جائے اور یہ سب کچھ عشق کے نتیجے میں ہو اور پھر جہاں بھی خدا کے عشق کرنے والے بندے اس طرح اپنے اپنے مقامات پر، اپنے اپنے مقدس مقامات پر حج کر رہے ہوں ان کے لئے دلوں میں نفرت اور تکبر کی وجہ سے ان کو نیچا دیکھنا آپ کے تصور میں بھی نہ آئے۔ وہ بھی اپنے اپنے خیالات میں چاہے صحیح تھا یا غلط اس حج کی تیاری کر رہے ہیں جس حج نے بالآخر عالمگیر ہونا ہے۔ اس حج کی تیاری کے لئے ان کو یہ طریق سکھائے گئے ہیں، یہ مناسک سکھائے گئے ہیں جو تمام دنیا کی امتوں کو سکھائے گئے اس لئے کہ بالآخر جب امت واحدہ بنائی جائے گی، محمد مصطفیٰؐ کے ہاتھ پر تمام دنیا کے تمام عالمین کے لوگ ایک ہاتھ اور ایک جھنڈے تلے جمع ہوں گے وہ حج اکبر کے دن ہوں گے۔

آپ اے احمدی جماعت! آپ کو اس کام پر مامور بنایا گیا ہے، آپ کو اس اعلیٰ مقصد کا خادم مقرر فرمایا گیا ہے اور میں ادنیٰ سے شبہ کے بغیر، کامل یقین سے خدا کو گواہ ٹھہرا کر بتاتا ہوں کہ وہ حج جو آئندہ زمانوں میں جماعت احمدیہ کی خدمات کے نتیجے میں خدا کے ہاں جب مقبولیت حاصل ہوگی ان کو اس کے نتیجے میں بالآخر حضرت محمد مصطفیٰؐ کی خاطر تمام بنی نوع انسان کریں گے (حضرت محمد مصطفیٰؐ کی خاطر ان معنوں میں کہ عاشق صادق سب عاشقوں سے بڑھ کر آپ ہیں) آپ سے عشق کے رنگ سیکھتے ہوئے وہ حج ادا کریں گے جو عالمگیر حج ہو گا، جو آئندہ زمانوں میں لازماً ہو گا، وہ حج ہے جو حقیقت میں محمد رسول اللہؐ کے ادا کئے ہوئے حجوں کے بعد حج اکبر ہو گا جس سے تمام دنیا کے انسان اکٹھے ہو جائیں گے۔ ان کو اکٹھا کرنے کے انداز آپ نے سکھانے ہیں، ان کو اکٹھا ہونے کی تربیت آپ نے انہیں دینی ہے اور وہ وہی صفات حسنہ ہیں جن کا ان آیات میں بیان ہوا ہے۔ ان صفات حسنہ کے آپ پجاری بن جائیں، ان کے خادم بن جائیں، ان کا پرچار کرنے والے ہو جائیں، ان کے منادی بن جائیں، تب دنیا کو ایک ہاتھ پر، ایک جگہ اکٹھا کرنے کی داغ بیل ڈالی جائے گی۔ وہ خانہ کعبہ جو بیت عتیق تھا وہ اول بھی ہو گا اور آخر بھی ہو گا اور اس طرح وہ مضمون جو آغاز آفرینش سے شروع ہوا تھا وہ اپنے منتہا کو پہنچے گا۔ اللہ کرے کہ ہمیں وہ توفیق نصیب ہو کہ کام بہت مشکل ہے، ہم بہت کمزور ہیں مگر دعاؤں کی

SATELLITES
OFFICIAL SKY AGENTS
MTV AHMADIYYA
SKY
TV ASIA
VIEW THE SERMON EVERY DAY ON EUTELSAT - SATELLITE SYSTEM AVAILABLE FOR ALL SATELLITES IN THE WORLD,
VIEWING CARDS IN STOCK. INSTALLATION AVAILABLE.
MAIL ORDER & INTERNATIONAL EXPORT SERVICE AVAILABLE
WE ACCEPT CREDIT CARDS. CALL FOR COMPETITIVE PRICES. ASK US FOR MORE DETAILS.
S.M SATELLITE SERVICES
15 BRIDGE END, CAMBERLEY, SURREY, GU15 2QX, ENGLAND
TELEPHONE 0276 20916 FAX 0276 678740
RECEIVERS, DECODERS, DISHES, SMART CARDS

برکت سے اپنی اقدار کی حفاظت کرتے ہوئے، آپ مسلسل اس سفر میں عشق کے ساتھ آگے بڑھتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے مقاصد میں ضرور کامیاب فرمائے گا۔

اب اس کے بعد میں بعض دعاؤں کی تلقین کرتا ہوں۔ وہ تمام نفرتیں جو انسان کو دوسرے انسان سے بانٹتے ہوئے ہیں وہ تمام مظالم جو طاقتور قوموں کی طرف سے کمزور اور نہتی قوموں پر برپا کئے جا رہے ہیں آج کے دن خصوصیت سے ان کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں کہ اللہ ظالموں کو ظلم سے رکنے کی توفیق عطا فرمائے۔ مظلوموں کا حامی ہو اور مظلوموں کی حمایت میں اور بنی نوع انسان کو کھڑا کرتا چلا جائے تاکہ وہ بے سہارا نہ رہیں۔ اللہ ہی کی تائید ہے جو انسانی تائید کی صورت میں یا فرشتوں کی تائید کی صورت میں ظاہر ہوا کرتی ہے۔ سب سے اول میرے نزدیک بوزنیا کے مظلوم ہیں۔ پھر کشمیر کے مظلوم ہیں، پھر اور قوموں کے مظلوم ہیں۔ بنی نوع انسان بحیثیت بنی نوع انسان میرے پیش نظر ہیں۔ کوئی سیاست میرے سامنے نہیں۔ نہ اس وقت ہندوستان میرے سامنے ہے نہ پاکستان میرے سامنے ہے۔ کچھ ظلم ہندوستان میں ہو رہے ہیں، کچھ ظلم پاکستان میں ہو رہے ہیں، کچھ بوزنیا میں ہو رہے ہیں، کچھ فلسطین میں ہو رہے ہیں۔ کچھ دنیا کی دوسری قوموں میں دوسرے مقامات پر ہو رہے ہیں۔ پس ظلم کے خلاف جہاد ہے جو میرے پیش نظر ہے سیاست کا میرے ذہن میں دور تک کوئی تصور بھی موجود نہیں۔ عالمگیریت کے نقطہ نگاہ سے، جماعت احمدیہ عالمگیر کی امامت کا حق ادا کرتے ہوئے میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ ظلم کے خلاف دعاؤں سے اپنے جہاد کا آغاز کریں کیونکہ ایک کمزور انسان اپنے آپ کو اس لائق نہیں پاتا کہ ظلم کے ہاتھ روک سکے۔ جب ایک انسان بے بسی میں دوسرے کا دکھ محسوس کرتے ہوئے اور بھی زیادہ دکھی ہو جاتا ہے کیونکہ ایک تو اس کے بھائی کا دکھ ہے دوسرے بے اختیاری کا دکھ ہے اور بے اختیاری کا دکھ سب سے بڑا دکھ ہوا کرتا ہے۔ بعض مظالم بوزنیا میں ایسے کئے گئے کہ باپوں کو باندھا گیا اور ان کے سامنے ان کی بیٹیوں کی بے عزتیاں کی گئیں، ان کی بیویوں کی بے عزتیاں کی گئیں، ان کے بچوں کے سر کاٹے گئے یا دیواروں کے ساتھ چھوڑے گئے اور یہ سارے مظالم اس بے بسی کے عالم میں آپ اندازہ کریں کیا محشر برپا کر چکے ہوں گے۔ کیا حشر ان کے دلوں پر برپا کر چکے ہوں گے۔ پس ایک تو ظلم کو دیکھنا بہت تکلیف کا موجب ہے لیکن پھر بے بسی، وہاں صبر کام آتا ہے اور صبر چونکہ اللہ کی خاطر ہوتا ہے اس لئے صبر ہمیشہ دعاؤں سے ڈھلتا ہے۔ پس ان معنوں میں آپ صبر کے ساتھ ساری دنیا کی قوموں کے لئے دعا کریں۔ خدا کرے کہ یہ دنیا ظلم سے پاک ہو جائے۔ جب تک یہ دنیا ظلم سے پاک نہ ہو، صداقت قبول کرنے کی اہلیت نہیں رکھتی، آپ کی ساری کوششیں بے کار جائیں گی۔ آپ ظالموں کے دلوں کو خدا کی محبت میں تبدیل نہیں کر سکتے جب تک ظلم ان کا پیچھا نہ چھوڑے، جب تک ظلم کی ناپاکی اور فسق و فجور ان کے دلوں سے دھو کر الگ نہ کر دئے جائیں۔ پس آئیے ہم سب مل کر خدا سے عرض کرتے ہیں، اس کے حضور یہ التجا کرتے ہیں کہ اے اللہ اس دنیا کو ظلم سے پاک کر اور عدل سے بھر دے، ہمیں توفیق عطا فرما کہ ہماری ادنیٰ کوششیں تیرے ہاں مقبولیت پائیں اور تیری تقدیر یہ کام کر کے دکھائے۔ خدا کرے کہ ایسا ہو کیونکہ جب تک ایسا نہ ہو اسلام کا عالمگیر غلبہ ممکن نہیں ہے۔

بقیہ مختصرات از صفحہ اول

۱۶ جون ۱۹۹۴ء: آج کی مجلس کا موضوع بھی کل کے بیان کے تسلسل میں تھا۔ حضور انور نے فرمایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے امن و امان اور عدل و انصاف کی حکومت کی وجہ سے انگریزوں کی جو تعریف کی ہے وہ یقیناً برحق اور جائز تھی اور اس کے عوض کوئی مالی منفعت حاصل نہیں کی البتہ غیر احمدی علماء اور مشاہیر نے مالی منفعت حاصل کر کے انگریزوں کی جو تعریف کی اس کا کیا جواز ہے۔ حضور نے انگریزوں کی تعریف میں غیر احمدی مشاہیر کے متعدد حوالے پیش فرمائے۔

اسی مضمون کے تسلسل میں حضور انور نے فرمایا کہ آج پاکستان کی تاریخ کو مسخ کیا جا رہا ہے۔ حضور انور نے ان لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا

"تاریخ کو تم کیسے بدل سکتے ہو۔ چند دن کی بات ہے یہ زمانہ بدلے گا۔ ایسے لوگوں پر آئندہ مورخ لعنت ڈالیں گے جنہوں نے تاریخ کا حلیہ بگاڑا ہے"۔

آج کے پروگرام میں حضور انور نے پاکستان کی مختلف جماعتوں کا اور بعض افراد کا نام لے کر بہت محبت سے ذکر فرمایا۔ حضور انور نے ہدایت فرمائی کہ چونکہ پاکستان میں بجلی بند ہونے کی شکایت عام ہے جس کی وجہ سے احباب کو بہت دقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے اس لئے متبادل بہتر انتظام کرنا چاہئے اور متعلقہ افراد اس بارہ میں ضروری معلومات حضور انور کو ارسال فرمائیں۔

آخر میں حضور انور نے احباب جماعت کو عبادت اور قیام نماز کی طرف توجہ دلائی۔ فرمایا کہ M.T.A. کا بنیادی مقصد تربیت ہے فرمایا کہ میری دلی آرزو یہ ہے کہ عبادت کرنے والوں کی ایک ایسی عالمگیر مضبوط جماعت تیار ہو جائے جو کسی قیمت پر بھی نماز نہ چھوڑیں۔ یاد رکھیں کہ قیام نماز میں ہماری زندگی ہے اس کو ہمیشہ اولیت دیں۔ داعی الی اللہ کی تصویر میں نماز ایک لازمی جزو کے طور پر ہونی چاہئے۔ احمدیت اور عبادت ایک ہی چیز کے نام بن جانے چاہئیں۔ حضور انور نے فرمایا کہ عبادات کے ساتھ چندوں کا بھی خیال رکھیں کیونکہ بیعت میں نفوس و اموال دونوں کی قربانی شامل ہے۔

۱۷ جون ۱۹۹۴ء: آج کی مجلس میں حضور انور نے متفرق سوالات کے جوابات عطا فرمائے۔ سوالات حسب ذیل ہیں:

(۱) انسانی زندگی کا آغاز اور ارتقاء کس چیز سے اور کیسے ہوا؟
(۲) حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری کی نوعیت کیا تھی؟
(۳) امریکہ کے ابتدائی باشندے کون ہیں؟
(۴) احمدیوں کے جلسہ میں نعرہ رسالت کیوں نہیں لگایا جاتا؟
(۵) کیا وہ نشانات پورے ہو چکے ہیں جو امام مہدی کے آنے سے پورے ہونے تھے؟
(۶) ہر سال تاریخ وفات پر افسوس کے لئے اکٹھے ہونا۔ کیا یہ درست ہے؟
(۷) کیا فیملی پلاننگ کے خیال سے رحم نکلوا دینا جائز ہے؟
(۸) کیا تربیت اور تادیب کے طور پر بچوں کو بدنی سزا دینا درست ہے؟

آخر میں حضور انور نے M.T.A. کے لئے پروگرام بنا کر بھجوانے والوں کے لئے ضروری ہدایات بیان فرمائیں نیز فرمایا کہ بہتر ہے کہ پروگرام بنانے سے پہلے اس کا ایک خاکہ مجھے بھجوا کر منظوری حاصل کر لیں اس سے بہت سا وقت اور محنت بچ جائے گی۔ (ع - م - ر)

mta- Muslim Television Ahmadiyya

Al Shirkatul Islamiyyah, 16 Gressenhall Road, London SW18 5QL
Tel : +44 (0)81 870 0922 Fax : +44 (0)81 870 0684

Satellite	EUTELSAT II F3	STATSIONAR 21	STATSIONAR 4	GALAXY 2
Area	Europe, North Africa	Asian, Middle East, Eastern Europe, East Africa Regions	South America, Africa and European Regions	North America, Canada
Position	16° East	103° East	14° West	74° West
Transponder	37	7 (C-Band)	7 (C-Band)	11
Frequency	11.575 GHz	3725 MHz	3725 MHz	36 MHz
Polarity	Vertical	Right Hand circular	Right Hand circular	Horizontal
Format	625 Lines PAL Colour	625 Lines PAL Colour	625 Lines PAL Colour	NTSC
Audio Sub-Carriers				
Urdu	6.5 MHz	6.5 MHz	6.5 MHz	6.2 MHz
English	7.02 MHz	7.02 MHz	7.02 MHz	-
Arabic	7.20 MHz	7.20 MHz	7.20 MHz	-
Bosnian*	7.38 MHz	7.38 MHz	7.38 MHz	-
Russian*	7.56 MHz	7.56 MHz	7.56 MHz	-
German*	7.74 MHz	7.74 MHz	7.74 MHz	-
French	7.92 MHz	7.92 MHz	7.92 MHz	-
Turkish*	8.10 MHz	8.10 MHz	8.10 MHz	-
London Time	13.00 - 16.00 (Daily)	07.00 - 19.00 (Fridays Only)	13.30 - 14.30 (Fridays Only)	13.30 - 14.30 (Fridays Only)

* On special occasions only

Radio = Short Wave Band Radio, 25 Meter Band, Digital Frequency 11695
Timings: 13.30 - 14.30 London Time (Fridays Only). For Asian Countries only.
From 1 April '94: 16 Meter Band, Digital Frequency 17765

All timings and frequencies are subject to change without notice.

SCL

DISTRIBUTORS OF COMPUTER PARTS AND SPARES
DIRECT TO THE PUBLIC

4A RANELAGH ROAD, SOUTHALL,
MIDDLESEX, UB1 1DO
TELEPHONE 081 571 0859/9933
MOBILE 0831 093 120
FAX 081 571 9933

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جذبہ شکر کے مختلف پہلو

(عبدالکریم شرما۔ لندن)

شکر اعلیٰ درجہ کا خلق ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ بار بار اپنی نعمتوں کو گنوا کر انسان کو شکر کرنے کی تلقین فرماتا ہے۔ اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کسی شکر کی احتیاج ہے۔ بلکہ یہ مطالبہ اس لئے ہے کہ انسان کی اخلاقی اور روحانی نشوونما کے لئے شکر کی بہت اہمیت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ ؕ وَمَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِىٌّ حَمِيْدٌ ﴿۱۳﴾

(سورہ لقمان : ۱۳)

جو کوئی شکر کرتا ہے وہ اپنے نفس کے فائدہ کے لئے شکر کرتا ہے اور جو کوئی ناشکری کرتا ہے وہ جان لے کہ اللہ سب قسم کے شکروں سے بے نیاز ہے اور حسن اور احسان کی اعلیٰ صفات سے متصف ہے۔ قرآن کریم نے شکر کے مقابل پر کفر کو رکھا ہے (سورہ الدھر. ۴) کیونکہ ناشکری کے اندر ایک طرح کا کفر پنہاں ہوتا ہے۔

شکر کا جذبہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کے جلووں کے شعور سے پیدا ہوتا ہے۔ اس کے نتیجہ میں انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق استوار کرنے کی خواہش پیدا ہوتی ہے اور اس محسن حقیقی کے لئے دل میں محبت، اطاعت اور وفاداری کے جذبات بیدار ہوتے ہیں۔ ان جذبات کا اظہار انسان کبھی زبان سے کرتا ہے جو حمد و ثنا کی صورت میں ہوتا ہے اور کبھی دیگر جوارح سے کرتا ہے۔ جس کے نتیجہ میں اس سے ایسے اعمال صادر ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی احسان مندی اور منت پذیری کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔

انسان کو خدا تعالیٰ کی تقدیر نے خواہ اعلیٰ مقام پر سرفراز فرمایا ہو یا ادنیٰ حالت میں رکھا ہو ہر حالت میں اس پر شکر واجب ہے کیونکہ ادنیٰ حالت میں بھی باوجود بہت سی محرومیوں کے انسان سرتاپا اللہ تعالیٰ کے احسانوں کا مورد ہوتا ہے۔

آنحضرتؐ کی زندگی میں شکر کے بے مثال نمونے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی زندگی میں عسر کے دور بھی آئے اور یسر کے بھی۔ ہر حالت میں آپ نے شکر کا بے مثال نمونہ دکھایا ہے۔ آپ کی ولادت یتیم کی حالت میں ہوئی۔ بچپن میں جس کسی نے آپ سے بھلائی کی آپ نے اس احسان کو یاد رکھا اور بعد کی زندگی میں جب آپ کو موقع ملا آپ نے اس کے احسان کا بدلہ دیا۔

CAN YOU SERIOUSLY AFFORD TO TRAVEL BY AIR WITHOUT FIRST CHECKING OUR PRICES? PHONE US FOR A QUOTE

ATLAS TRAVEL

061 795 3656

493, CHEETHAM HILL ROAD,
MANCHESTER, M8 7HY

پچیس سال کی عمر میں جب شادی ہوئی تو ایک بیوہ سے جن کی عمر چالیس سال تھی۔ حضرت خدیجہؓ جن سے آپ کی شادی ہوئی مالدار خاتون تھیں۔ وہ آپ کے نیک اطوار سے اس قدر متاثر ہوئیں کہ شادی کے بعد اپنے سارے اموال آپ کے سپرد کر دئے۔ یکلخت دولت ہاتھ آنے سے آپ میں نہ فخر و غرور پیدا ہوا اور نہ آپ نے عیش و عشرت کی زندگی اختیار کی۔ شکر کا تعلق دل کے لطیف احساس سے ہے۔ حضرت خدیجہؓ کے کچھ غلام تھے وہ بھی انہوں نے آپ کو دے دئے۔ اس پر آپ نے کہا خدیجہ میں انسان کو اپنا غلام نہیں بنا سکتا کہو تو میں آزاد کر دوں۔ حضرت خدیجہؓ نے کہا آپ کو اختیار ہے جو چاہیں کریں۔ آپ نے غلاموں کو آزاد کر دیا اور فرمایا جو میرے ساتھ رہنا چاہتا ہے وہ اپنی خوشی سے رہے وہ میرا بھائی اور عزیز ہے۔

حضرت خدیجہؓ سے شادی کے بعد آپ کی تجارت کو بہت فروغ حاصل ہوا۔ اس کی وجہ آپ کی دیانت اور حسن معاملت تھی۔ اچھے تاجر آپ کے ساتھ شراکت کرنا پسند کرتے تھے۔ آپؐ کو دولت ملی تو آپؐ نے اس کا شکر اس طرح ادا کیا کہ دولت کو آپ دوسروں کی مدد کے لئے خرچ کرتے تھے۔ حضرت خدیجہؓ کو اپنے بے نظیر خاوند پر فخر تھا۔ ایک موقع پر انہوں نے آپ کو کہا۔

آپ نے تو وہ اخلاق جو عرب میں مفقود ہو گئے تھے پھر زندہ کر دئے ہیں۔ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں۔ مہمان نواز ہیں، حق کی حمایت کرتے ہیں، حوادث اور مصائب کے شکار لوگوں کی تکالیف دور کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بھی آپ کو ضائع نہیں کرے گا۔
(بخاری کتاب کیف بدء الوحی)

عبادت اور ذکر الٰہی

شکر کا ایک تقاضا اللہ تعالیٰ کی محبت اور عبادت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا:

بل اللہ فاعبد و کن من الشاکرین

(سورہ الزمر. ۶۷)

اللہ ہی کی عبادت کر اور شکر ادا کرنے والوں میں شامل ہو جا

بعثت سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم غار حرا میں خدا کو یاد کیا کرتے تھے لیکن نبوت کے بعد تو آپ مجسم عبادت بن گئے۔ آپ دلی کیف سے پروردگار کی حمد و ثنا کرتے اور نمازوں کو ذوق اور سرور سے ادا کرتے تھے۔ فرماتے تھے کہ میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ امہات المومنین رضوان اللہ علیھن کے حجروں میں آپ ان کے ساتھ مہر و لطف کی باتوں میں مشغول ہوتے۔ جونہی اذان کی آواز آتی، اٹھ کھڑے ہوتے۔ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ پھر تو یوں معلوم ہوتا کہ گویا آپ ہمیں پہچانتے ہی نہیں (صحیح بخاری باب یکون الرجل فی خدمۃ اہلہ)۔ راتوں کو اٹھ کر رات کا بڑا حصہ آپ عبادت میں گزارتے تھے۔ بعض دفعہ کھڑے کھڑے آپ کے پاؤں سوج جاتے تھے۔ حضرت عائشہؓ نے آپ کی یہ حالت دیکھ کر عرض کی کہ یا رسول اللہ خدا تو آپ کو بے گناہ اور معصوم بنا چکا ہے، آپ اپنے نفس کو اتنی تکلیف کیوں دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا "افلا اکون عبداً شکوراً" تو کیا میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں (صحیح بخاری باب قیام اللیل)

حضور جب استراحت فرماتے تب بھی اللہ تعالیٰ کی یاد میں مصروف رہتے تھے۔ حضرت ربیعہ بن کعب اسلمیؓ بیان کرتے ہیں کہ رات کو میں حضورؐ کے آستانہ پر پہرہ دیا کرتا تھا۔ وقفہ وقفہ کے بعد حضور کی تسبیح اور تہلیل کی آواز آتی رہتی تھی۔ جب تک جاگتا آواز سنتا رہتا تھا (مسند احمد بن حنبل جلد ۴)۔ بعض دفعہ اللہ تعالیٰ کی محبت کا کیف آپ پر طاری ہو جاتا اور آپ خاموشی سے بستر سے اٹھ کر باہر نکل جاتے۔ حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ ایک رات میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے بستر ٹٹولا تو آپ بستر پر نہیں تھے۔ میں آپ کی تلاش میں باہر نکلی تو دیکھا کہ آپؐ سجدہ میں پڑے ہیں اور کہہ رہے ہیں " سجدلک روحی و جنانی "

اے پروردگار میری روح اور میرا دل تیرے حضور سجدہ میں ہے۔

آپ کے متعلق حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ "کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یذکر اللہ علیٰ کل احیانہ" یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ہر لحہ خدا کی یاد میں مصروف رہتے تھے۔ (ترمذی ابواب الدعوات)۔ آپ کی ہر وقت اور ہر موقعہ کی کثرت سے دعائیں احادیث میں منضبط ہیں۔ آپ کی یہ خصوصیت ایسی ہے جو اور کسی نبی کو حاصل نہیں ہے۔ آپ کی ان دعاؤں سے آپ کا منشاء اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر کرنا اور زبان و دل سے اللہ تعالیٰ کی حمد کرنا اور اس کا شکر ادا کرنا ہوتا تھا۔ یہ سب دعائیں جو حضور کے قلب شکور سے نکلی ہیں امت کا روحانی ورثہ ہیں، ان سے فائدہ حاصل کرنا چاہئے۔

خدا تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر شناسی

اللہ تعالیٰ کی محبت میں آپ کا دل اس قدر گداز تھا کہ جب کوئی نعمت ملتی تو آپ کا رواں رواں شکر کے جذبات سے لبریز ہو جاتا تھا۔ وقفہ کے بعد بارش برستی تو آپ بارش کا قطرہ زبان پر لے کر فرماتے "یہ میرے رب کی تازہ نعمت ہے"۔ حدیث میں آتا ہے:

○ ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے پاس جب کوئی خوشی کی خبر آتی تو آپؐ خدا کا شکر ادا کرنے کے لئے سجدہ میں گر جاتے تھے (ابو داؤد کتاب الجہاد باب فی سجود الشکر)

قبیلہ ہمدان کے اسلام لانے کی خبر جب آپ کو پہنچی تو آپ نے سجدہ شکر کیا۔ (زاد المعاد بحوالہ بیہقی جلد اول)

○ ۔ جب آپ پر درود بھیجنے کی آیت نازل ہوئی تو اللہ کی اس نوازش خاص پر آپ کا دل شکر کے جذبات سے لبریز ہو گیا اور آپ سجدہ میں گر گئے۔ (مسند احمد بن حنبل عن عبدالرحمان بن عوف)

○ ۔ جب آپ کی خاص دعا قبول ہوتی تو آپ سجدہ شکر کرتے تھے۔ حضرت سعدؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک سفر میں ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے ساتھ تھے۔ جب قافلہ ذوعزا مقام پر پہنچا تو حضور سواری سے اتر گئے اور ہاتھ اٹھا کر دیر تک دعا مانگی اور سجدہ میں گر گئے۔ پھر سر اٹھایا اور دعا کی اور سجدہ کیا اور دیر تک سجدہ میں رہے پھر اٹھے اور تضرع سے دعا کی اور اس کے بعد لمبا سجدہ کیا۔ دعا سے فارغ ہو کر حضورؐ نے فرمایا میں نے امت کے لئے تین دعائیں مانگی تھیں۔ جب دعا قبول ہوتی میں سجدہ شکر کرتا تھا۔ (ابو داؤد کتاب السجود)

○ ۔ کسی مہم میں آپ کو کامیابی ہوتی تو آپ کا شکور دل خدا کے حضور جھک جاتا تھا۔ آپ کامیابیوں کو اپنی ہمت اور حسن تدبیر کا نتیجہ خیال نہیں کرتے تھے بلکہ ہر کامیابی میں آپ کو قادر مطلق کا دست غیب کام کرتا ہوا نظر آتا تھا۔ مکہ کی عظیم الشان فتح کے موقع پر جب آپ کو اطلاع ملی کہ قریش کی مزاحمت بالکل دم توڑ چکی ہے تو اللہ تعالیٰ کی نصرت کے وعدوں کو پورا ہوتے دیکھ کر آپ کا دل جذبات شکر سے بھر آیا اور آپ نے سواری پر بیٹھے بیٹھے سجدہ کیا یہاں تک کہ آپ کا سر مبارک کجاوا کے ساتھ جا لگا۔ (سیرت ابن ہشام ذکر فتح مکہ)

مخلوق خدا سے بھلائی

ایک طریق اللہ تعالیٰ کے احسانوں کے شکر کا یہ ہے کہ اس کی مخلوق کے ساتھ بھلائی کی جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

احسن کما احسن اللہ الیک (القصص. ۷۸)

جس طرح سے اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان کیا ہے تو بھی لوگوں سے احسان کر۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کو غرباء کا بہت خیال رہتا تھا۔ آپ ان کے جذبات کا احترام کرتے اور ان سے شفقت سے پیش آتے تھے۔ غریب بیماروں کے گھروں میں جاتے اور ان کی عیادت کرتے تھے۔

○ ۔ مدینہ میں ایک غریب عورت تھی جو مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی۔ وہ بیمار ہوئی اور رات کو انتقال کر گئی۔ جب جنازہ تیار ہوا اس وقت آپ استراحت فرما رہے تھے۔ صحابہؓ نے آپ کو تکلیف دینا مناسب نہ سمجھا اور رات کو ہی اسے دفنا دیا۔ صبح آپؐ نے اس

SUPPLIERS OF ALL CROCKERY, CUTLERY AND DISPOSABLE CROCKERY FOR WEDDINGS, PARTIES AND OTHER SOCIAL FUNCTIONS

ABBA

CATERING SUPPLIES
081 574 8275 / 843 9797
1A Greenford Avenue,
Southall, Middx UB1 2AA

کا حال دریافت فرمایا۔ صحابہؓ نے واقعہ عرض کیا۔ آپ یہ سن کر اٹھ کھڑے ہوئے اور صحابہؓ کو ساتھ لے کر اس کی قبر پر جاکر نماز جنازہ ادا کی۔

(سنن نسائی کتاب الجنائز باب الصلوٰۃ فی اللیل)

○ ۔ آپ بیواؤں اور مصیبت زدوں کی خدمت کرنے میں راحت پاتے تھے۔ حدیث میں آتا ہے:۔

آپ کو بیوہ اور مسکین عورت کے ساتھ جاکر ان کا کام کر دینے میں کوئی عار نہ تھا۔

(سنن نسائی و دارمی)

○ ۔ آپ ان کی بکریوں کا دودھ دوہتے اور سودا سلف لا دیتے تھے۔ مدینہ میں ایک فاترالعقل لونڈی تھی وہ ایک دن آئی اور آپ کا دست مبارک پکڑ لیا۔ آپ نے فرمایا ہاتھ چھوڑ دو تم جو کام کہوگی کر دو نگا۔ چنانچہ اس کے ساتھ ایک گلی میں گئے اور جو کام اس نے کہا کر دیا۔

(مسلم وابو داؤد، باب الاخلاق والآداب)

○ ۔ آپ کی سیرت کا ایک نمایاں پہلو ایثار تھا۔ آپ اپنے متعلقین پر دوسروں کو ہمیشہ ترجیح دیتے تھے۔ جب فتوحات بڑھیں تو ڈھیروں ڈھیر اموال آنے لگے۔ آپ سب مال مستحقین میں تقسیم کر دیتے اور خالی ہاتھ گھر میں داخل ہوتے تھے۔ حضرت فاطمہؓ

سے آپؐ کو بہت محبت تھی۔ ان کی تنگ دستی کا یہ حال تھا کہ گھر میں کوئی خادمہ نہ رکھ سکتی تھیں۔ خود ہی چکی پیتیں، خود ہی پانی کا مشکیزہ بھر لاتیں۔ ایک غزوہ میں چند کنیزیں بھی آئیں۔ حضرت علیؓ کو ساتھ لے کر حضرت فاطمہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کی حالت بیان کر کے درخواست کی کہ ایک لونڈی عنایت فرمائیں۔ حضورؐ نے فرمایا ابھی اصحاب صفہ کا انتظام نہیں ہوا۔ حضرت فاطمہؓ کو ایک دعا بتائی اور فرمایا اس کو پڑھا کرو، یہ لونڈی سے بہتر ہے۔

(ابو داؤد جلد ۲ صـ ۳۴۳)

○ ۔ ازواج مطہرات کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا تعلق نہایت لطف و محبت کا تھا۔

آپ ان کی ناز برداری بھی کرتے تھے لیکن اس تعلق کا اظہار کبھی دنیا داری کے طریق سے نہیں ہوتا تھا۔ آپ انہیں بقدر کفاف گزارہ دیتے تھے۔ بنو نضیر کی جلاوطنی کے بعد ان کے نخلستان میں سے ایک حصہ مقرر تھا۔ خیبر جب فتح ہوا تو کچھ کھجوریں اور جو وہاں سے آ جاتے تھے۔ گزارہ تنگی سے ہوتا تھا۔ مہمان آتے رہتے تھے۔ بعض دفعہ فاقہ کی نوبت آ جاتی تھی۔ لباس بھی ازواج مطہرات کا معمولی ہوتا تھا۔ حضرت عائشہؓ بتاتی ہیں۔ ۔ "ما کانت لاحدنا الا ثوب واحد" ہم تمام بیبیوں کے پاس صرف ایک ایک جوڑا ہوتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے متعلق فرماتی ہیں کہ "لا یطویٰ لہ ثوب" کبھی آپ کا کپڑا تہہ کر کے نہیں رکھا گیا۔ یعنی لباس اتنا نہیں ہوتا تھا کہ تہہ کر کے رکھنے کی ضرورت پڑی۔

(بخاری جلد اول)

○ ۔ ۹ ہجری میں فتوحات کی وجہ سے جب مسلمان گھرانوں میں آسودگی آئی تو ازواج مطہرات نے چاہا کہ ان کو بھی آسودگی میں حصہ ملے۔ آپؐ کو ان کے اس مطالبے سے رنج ہوا۔ آپ کچھ عرصہ کے لئے ان سے الگ ہو گئے۔ اور ان کو کہلا بھیجا کہ اموال چاہتی ہیں تو میں تم کو دے دیتا ہوں لیکن اس کے بعد تمہارا مجھ سے کوئی تعلق نہ ہو گا۔ مجھ کو اختیار کرو یا دنیا کے اموال لے لو۔ ازواج کو آپ سے بے انتہا محبت تھی۔ سب نے کہا یا رسول اللہ ہم نے آپ کو اختیار کیا۔

○ ۔ ایک وقت آیا کہ اللہ تعالیٰ نے سارے عرب کو آپ کے تابع فرمان کر دیا۔ یمن سے شام تک اسلامی حکومت قائم ہو گئی۔ مگر آپ کے مزاج میں تبدیلی نہیں آئی اور نہ آپ کی حالت بدلی۔ جاہ پسندی سے آپ کو نفرت تھی۔ آپ بوریے پر سوتے۔ معمولی غذا کھاتے اور غربا کے ساتھ بے تکلف اٹھتے بیٹھتے تھے۔ انہی ایام میں عدی بن حاتم طائی جو یمن کے طائی قبیلہ کے سردار تھے اور مذہباً عیسائی تھے اپنے قبیلے کا وفد لے کر مدینہ آئے۔ وہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ آپ بادشاہ ہیں یا نبی۔ جب وہ آپؐ کی مجلس میں حاضر ہوئے تو اتفاق سے ایک مسکین عورت آپ کی خدمت میں آئی اور آپ سے درخواست کی کہ مجمع سے ہٹ کر اس کی بات سن لیں۔ آپ فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور گلی میں جاکر اس کی بات کو سنا اور اس وقت تک کھڑے رہے جب تک وہ خود بات ختم کر کے چلی نہیں گئی۔ عدی کہتے ہیں کہ میں نے دل میں کہا محمدؐ میں بادشاہوں والی تمکنت تو نہیں، یہ نبی ہی ہونگے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ان کو گھر لے گئے ان سے باتیں ہوئیں اور وہ ایمان لے آئے۔

(سیرت ابن ہشام جلد ۲ صـ ۳۷۰)

مقام نبوت کا شکر

○ ۔ منصب نبوت پر سرفراز ہونے کے بعد آپؐ دعوت الی اللہ کے کام میں ہمہ تن مصروف ہو گئے۔ آپ کی دعوت کا اہم اور بنیادی نقطہ توحید الٰہی کا اثبات اور شرک کا ابطال تھا۔ آپ نجی مجلسوں میں بھی اور بر سر عام بھی لوگوں کو قرآن سناتے اور خدائے واحد کی عبادت کرنے اور اس کی ہدایت کے مطابق زندگی بسر کرنے کا وعظ فرماتے تھے۔ آپ کی تعلیم نے مکہ کے رؤسا کو سخت مشتعل کر دیا اور وہ آپ کے درپئے آزار ہو گئے۔ تیرہ سال تک آپ کو مکہ میں قسما قسم کے مظالم کا نشانہ بنایا گیا مگر آپ اپنے فرض منصبی سے سر مو پیچھے نہ ہٹے۔ بالآخر دشمنوں نے آپ کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا اور آپ کو اللہ کے حکم سے وطن عزیز کو خیرباد کہنا پڑا۔

○ ۔ اپنے خدادا مشن کو پورا کرنے کے لئے آپ نے اپنا سب کچھ اللہ کی راہ میں لگا دیا۔ بعثت سے قبل آپ مالدار اور خوشحال تاجر تھے۔ جب فرائض نبوت کا بار آپ پر ڈالا گیا اور مکہ میں آپ کی مخالفت اٹھ کھڑی ہوئی تو آپ کے لئے یہ ممکن نہ رہا کہ تبلیغ کے ساتھ اپنی تجارت کو بھی چلا سکیں۔ جو دولت آپ کے پاس تھی وہ قریباً اللہ کی راہ میں خرچ ہو گئی۔ جب ہجرت کا وقت آیا تو آپ کے ہاتھ میں کچھ نہ تھا۔ مدینے پہنچ کر جب اپنے اہل و عیال کو بلانا چاہا تو حضرت ابو بکرؓ سے پانچ سو درہم لینے پڑے۔۔۔ (بلاذری)

○ ۔ مدینہ میں ہجرت کے بعد بھی دشمن نے آپ کا پیچھا نہیں چھوڑا۔ ان کے اکسانے پر سارا عرب آپ کے خلاف اٹھ کھڑا ہوا۔ پے در پے فوجیں آپ پر حملہ

آور ہوئیں۔ پورے آٹھ سال تک دشمن آپ کے خلاف برسر پیکار رہا۔ مگر آپ ذرہ نہیں گھبرائے۔ کامل عظمت کے ساتھ تمام مصیبتوں کا مقابلہ کیا اور اعلائے کلمہ اسلام کے کام میں مصروف رہے۔ رات کا بڑا حصہ آپ مخلوق خدا کی ہدایت کے لئے دعاؤں میں گزارتے اور دن خدا تعالیٰ کا پیغام پہنچانے میں صرف کرتے۔ آپ کی فکر مندی اور دلسوزی کو دیکھ کر خود اللہ تعالیٰ نے عرش سے پکار کر کہا۔

"لعلک باخع نفسک الا یکونوا مومنین"

(سورہ الشعراء: ۴)

شاید تو اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالے گا کہ وہ کیوں نہیں مومن ہوتے۔

○ ۔ آپ کو اللہ تعالیٰ کا حکم تھا کہ "فاصدع بما تؤمر" (الحجرات: ۹۵)، میرا پیغام کھول کر پہنچا دو۔ آپ نے اپنی زندگی کا ہر لحہ اس حکم پر عمل کرنے میں صرف کیا اور اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے کا حق ادا کر دیا۔ آخر آپ کی سعی مشکور ہوئی اور خدا تعالیٰ نے وہ دن دکھایا کہ سارا عرب حلقہ بگوش اسلام ہو گیا۔

○ ۔ اپنی وفات سے چند ماہ قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے حج کا ارادہ فرمایا۔ یہ خبر جب پھیلی تو عرب کے اطراف و جوانب سے جوق در جوق لوگ آپ کی معیت میں حج کے لئے اڈ آئے۔ جب آپ مکہ میں داخل ہوئے تو کم و بیش ایک لاکھ مسلمان آپ کے ہمرکاب تھے۔ حج کے موقعہ پر آپ نے ارادہ فرمایا کہ اسلامی معاشرہ کے تمام اصولوں کو مجمع عام میں کھول کر بیان کر دیں۔ چنانچہ ۹ ذوالحجہ کو عرفات کے میدان میں آپ نے اپنی اونٹنی "قصویٰ" پر سوار ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا۔ ایک لاکھ فرزندان توحید کا جم غفیر ہمہ تن گوش تھا۔ خطبہ کے اختتام پر آپ نے مجمع کو مخاطب کر کے فرمایا، قیامت کے روز خدا تم کو میری نسبت پوچھے گا کیا میں نے خدا کا پیغام پہنچا دیا؟ سب نے بہ یک زبان کہا۔ ہاں یا رسول اللہ، آپ نے خدا کا پیغام پہنچا دیا اور اپنا فرض پورا کر دیا۔ تب آپ نے آسمان کی طرف انگلی اٹھائی اور تین بار کہا "اللھم اشھد، اللھم اشھد، اللھم اشھد۔ اے خدا گواہ رہنا کہ میں نے تیرا پیغام پہنچا دیا۔

(صحیح مسلم وابو داؤد)

اپنے محسنوں کا شکر

حضرت ہند بن ابی ہالہؓ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے ربیب تھے، بیان کرتے ہیں کہ حضورؐ چھوٹی چھوٹی باتوں پر اظہار تشکر کرتے تھے۔ آپ فرماتے تھے "من لا یشکر الناس لا یشکر اللہ" جو شخص لوگوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ اللہ کا شکر بھی نہیں کر سکتا۔ آپ کے شکور دل میں ہر اس شخص کی قدر تھی جس نے کبھی آپ سے بھلائی کی تھی۔ جب آپ کو موقع ملا آپ نے اس کا صلہ دیا۔

○ ۔ ابو لہب کی ایک لونڈی ثوبیہ تھیں جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو چند دن دودھ پلایا تھا۔ آپ کو اس کا بڑا خیال تھا۔ حضور کے ایما سے حضرت خدیجہ نے خرید کر آزاد کرنا چاہا۔ ابو لہب نے انکار کر دیا۔ بعد میں وہ آزاد ہو گئی تھیں اور ۷ ہجری تک زندہ رہیں۔ مدینہ میں آکر بھی حضور اس کو کپڑے اور خرچ بھیجا کرتے تھے۔

○ ۔ دوسری رضاعی والدہ حلیمہ سعدیہ تھیں۔ ان کے ساتھ حضور کا برتاؤ نہایت محبت اور احسان کا تھا۔ حضرت خدیجہ کی شادی کے بعد وہ آپؐ سے ملنے آئیں۔ انہوں نے بتایا کہ خشک سالی کے باعث ان کے مویشی مر گئے ہیں۔ آپ نے ان کو چالیس بکریاں اور سامان سے لدا ہوا اونٹ مرحمت فرمایا۔ ہجرت کے بعد ایک دفعہ پھر ملنے آئیں تو آپؐ میری ماں، میری ماں کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اپنی چادر اتار کر ان کے لئے بچھائی اور اس پر ان کو بٹھایا۔

○ ۔ فتح مکہ کے موقع پر حلیمہ کی بہن حضور کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور آپ کو حلیمہ کے انتقال کی خبر دی۔ آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔ آپ نے دو سو درہم اور کپڑے دئے اور سواری کا ایک اونٹ دیا۔

حضرت حلیمہؓ کی ایک لڑکی تھی جو بچپن میں حضور کو کھلایا کرتی تھی۔ غزوہ حنین کے موقعہ پر جو لوگ قید ہوئے ان میں وہ بھی تھیں۔ حضور نے انہیں پہچان لیا اور بڑی عزت کے ساتھ پیش آئے اور ان کی خاطر ہوازن کے چھ ہزار قیدی آزاد کر دئے۔

(طبری جلد ۳)

○ ۔ آپ کے چچا حضرت ابو طالب کے آپ پر بہت احسان تھے۔ آپ ان کا بہت ادب کرتے تھے۔ وہ کثیر العیال تھے، مالی حالت اچھی نہ تھی۔ مکہ میں ایک دفعہ گرانی ہوئی آپ کو خیال آیا چچا کا بوجھ ہلکا کرنا چاہئے۔ آپ دوسرے چچا عباس کے پاس گئے۔ وہ مالدار تھے۔ ان کو تحریک کی کہ اپنے بھائی کا کچھ بوجھ وہ بھی ہلکا کریں۔ چنانچہ حضرت ابو طالب کی رضامندی سے ان کے لڑکے جعفرؓ کو حضرت عباسؓ نے اپنی کفالت میں لے لیا اور علیؓ کو آپ لے آئے ۔ حضرت علی کی عمر اس وقت چار پانچ سال تھی۔ آپ نے محبت سے ان کی پرورش کی۔ جب جوان ہوئے تو اپنی بیٹی کو ان سے بیاہ دیا۔

○ ۔ آپ کی ایک کھلائی "برکۃ" تھیں جو آپ کے خاندان کی لونڈی تھیں۔ بعد میں اپنے لڑکے کی وجہ سے "ام ایمن" کے نام سے معروف ہوئیں۔ آپ ان کو بہت عزیز رکھتے تھے۔ حضرت خدیجہ سے شادی کے بعد آپؐ ان کو اپنے گھر لے آئے۔ آپ

OPEN 7 DAYS A WEEK FOR
FREE DELIVERY
081-877 0469/1040
PIZZA
PASTA
BURGERS
MILK SHAKES
FRIED CHICKEN
ARNEY'S
164 GARRAT LANE,
LONDON SW18 4DA
SPECIALISTS IN HOME DELIVERY

1 HOUR
PHOTO PRINTS
SET A PRINT
246, WIMBLEDON PARK
ROAD, SOUTHFIELDS,
LONDON SW18
PHONE 081 780 0081

ان کو "یا امہ" کہہ کر پکارتے تھے۔ فرماتے تھے کہ میری ماں کے بعد یہ میری ماں ہیں۔

○ ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے گھر میں ایک نوجوان زید بن حارثہ تھے جو حضرت خدیجہؓ کے غلام تھے۔ شادی کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے جن غلاموں کو آزاد کیا ان میں وہ بھی تھے۔ انکے والد اور چچا ان کو لینے کے لئے آئے تو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے ساتھ رہنے کو ترجیح دی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے قلب شکور پر زید کی وفا کا بے حد اثر ہوا۔ اسکے بعد آپ نے زید کو وہ مقام دیا جو کسی اور کو نصیب نہ ہوا۔ حضرت زیدؓ بھی حضورؐ کے اشارے پر قربان ہوتے تھے۔ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا اگر کوئی جنتی عورت سے شادی کرنا چاہتا ہے تو اسے چاہئے کہ ام ایمن سے شادی کر لے۔ حضرت زیدؓ نے آپ کا اشارہ سمجھ لیا اور شادی کے لئے تیار ہو گئے۔ اس وقت ام ایمن کی عمر زید سے دوگنی تھی۔ وہ حبشی الاصل تھیں ناک پیچھے سے دبا ہوا تھا جس سے نتھنے کے سوراخ نظر آتے تھے۔ ان کے بطن سے اسامہ پیدا ہوئے جو شکل و صورت اور رنگ و روپ کے والدہ سے مشابہ تھے۔ حضرت زید کے اس ایثار کا صلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اس طرح دیا کہ ہجرت کے بعد زید کی شادی اپنی پھوپھی زاد بہن زینب بنت جحش سے کر دی۔ یہ عقد زید کے لئے وجہ افتخار تھی لیکن یہ شادی کامیاب نہ ہو سکی اور طلاق ہو گئی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو حضرت زیدؓ پر بہت اعتماد تھا۔ اہم سرایا میں حضور انکو سپہ سالار بناتے تھے۔ ایک مہم میں کامیابی پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ان کو گلے لگایا اور پیشانی پر بوسہ دیا۔ ام ایمنؓ کی خدمت گزاری اور حضرت زیدؓ کی وفاشعاری کی قدر شناسی کی حد انہیں تک محدود نہ تھی بلکہ ان کی وجہ سے آپ ان کے بیٹے اسامہ کو بھی بہت چاہتے تھے۔ حضرت اسامہؓ بتاتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم مجھ کو ایک زانو پر بٹھا لیتے تھے اور حضرت حسنؓ کو دوسرے پر اور ہم دونوں کو چمٹا لیتے تھے اور فرماتے تھے اے اللہ ان دونوں پر رحمت فرما کیونکہ میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں۔ (بخاری مناقب الحسن والحسین)

بچپن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اسامہ کی ناک صاف کر دیتے تھے (ترمذی مناقب اسامہ)۔ فتح مکہ کے تاریخی موقعہ پر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم خانہ کعبہ کی طرف روانہ ہونے لگے تو آپ کو حضرت زیدؓ کی وفاشعاری یاد آئی اور آپ نے ان کے بیٹے اسامہ کو یہ اعزاز بخشا کہ ان کو اپنی سواری پر اپنے پیچھے بٹھا لیا۔

حجۃ الوداع سے واپسی کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ایک سریہ رومیوں کے مقابل پر بھجوانے کا ارادہ کیا۔ اس سریہ کی امارت آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اسامہ کے سپرد فرمائی۔ ان کی عمر اس وقت سترہ سال کی تھی۔ منافقوں نے چہ میگوئیاں کیں کہ ایک ناتجربہ کار لڑکے کو امارت سونپی گئی ہے۔ حضور تک یہ بات پہنچی۔ آپ مسجد تشریف لائے اور خطبہ دیا۔ فرمایا اگر اسامہ کی امارت پر تمہیں کوئی اعتراض ہے تو اس سے پہلے اس کے باپ کی سرداری پر بھی تم معترض تھے۔ خدا کی قسم وہ اس منصب کا مستحق تھا اور وہ مجھ کو سب سے زیادہ محبوب تھا اور اس کے بعد اسامہ سب سے زیادہ محبوب ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے علم تیار کر کے اسامہ کو دیا۔

(صحیح بخاری بعث اسامہ و مناقب زید بن حارثہ)

○ ۔ حضرت خدیجہؓ جو آپ کی زوجہ اول تھیں ان کے متعلق آپ کا دل ہمیشہ قدر شناسی کے جذبات سے لبریز رہتا تھا کیونکہ انہوں نے تکلیف کے زمانہ میں آپ کا ساتھ دیا تھا۔ حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد آپ نے کئی شادیاں کیں لیکن آپ حضرت خدیجہؓ کو بھولے نہیں۔ انکی نشانی دیکھ کر آپ پر رقت طاری ہو جاتی تھی۔ حضرت خدیجہ کی سہیلیوں کا آپ بہت خیال رکھتے تھے۔ جانور ذبح کرتے تو انہیں ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر گوشت بھجواتے تھے۔ ایک دفعہ خدیجہ کی بہن ملنے آئیں۔ انہوں نے اندر آنے کی اجازت مانگی۔ ان کی آواز حضرت خدیجہ سے ملتی تھی۔ آواز سن کر آپ بے قرار ہو گئے۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ خدا نے آپ کو بہتر سے بہتر بیویاں عطا کی ہیں اب تو آپ اس بڑھیا کا خیال چھوڑ دیں۔ آپ نے فرمایا۔ عائشہ ایسا نہ کہو۔ خدیجہ سخت ترین دنوں میں میری ہمدرد اور میری غمخوار تھیں۔

○ ۔ مطعم بن عدی مکہ کا ایک رئیس تھا۔ اس نے آپ کے ساتھ یہ نیکی کی تھی کہ جب آپ طائف کے اوباشوں کے ہاتھوں سے دکھ اٹھا کر واپس آئے اور مکہ میں داخل ہونا چاہا تو اس نے آپ کو اپنی حمایت میں لے کر مکہ میں داخل کیا تھا۔ مطعم نے کفر کی حالت میں وفات پائی تھی۔ بدر کی فتح کے بعد جب قریش کے ستر قیدی پکڑ کر آپ کے سامنے لائے گئے تو آپ کو مطعم بن عدی یاد آ گئے۔ آپ نے فرمایا اگر مطعم زندہ ہوتے اور مجھ سے ان لوگوں کے بارہ میں بات کرتے تو میں ان کی خاطر ان سب کو چھوڑ دیتا۔

(بخاری و ابو داؤد)

○ ۔ ایک دفعہ حبشہ کے بادشاہ کی طرف سے ایک وفد آیا۔ آپ انکی خدمت میں لگ گئے۔ صحابہ نے عرض کی ہم جو آپ کے خادم موجود ہیں، آپ کیوں تکلیف کرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ نہیں ان مہمانوں کی خدمت میں کرونگا کیونکہ ان لوگوں نے میرے دوستوں کو پناہ دی تھی۔ (شمائل ترمذی)

آپ نے امت کو نصیحت کی کہ حبشہ کے لوگوں سے نیک سلوک کرنا کیونکہ انہوں نے اسلام کے ضعف کے وقت میرے اصحاب سے نیک سلوک کیا تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی سیرت کا مطالعہ ہم سب کے لئے ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو اسوہ حسنہ بنایا ہے۔ آپ کی سیرت کے آئینہ میں ہمیں اپنی زندگیوں کو سنوارنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے شکر گزار بندوں میں شامل ہونے کی توفیق بخشے۔

کرتے ہیں ہم کلام عمل کی زبان سے

سکھا یہی ہے ہم نے مسیحؑ الزمان سے
کرتے ہیں ہم کلام عمل کی زبان سے

تاریخ لکھ رہے ہیں صحابہ کرامؓ کی
ہم باب "آخریں" ہیں اسی داستان سے

اے خضر کیا کریں ترے آب حیات کو
ہم پی رہے ہیں آبجوئے آسمان سے

باطل کی طاقتوں سے نبرد آزما ہیں ہم
چلتا ہے اپنا تیر دعا کی کمان سے

تیری گلی کا مست بھی کیا خوش نصیب ہے
تنویر بے نیاز ہے دونوں جہان سے

(روشن دین تنویر)

بقیہ از صفحہ اول

۱۹۰۱ء میں حضرت میاں محمد بخش صاحبؓ بٹالہ سے ہجرت کر کے قادیان آ گئے تو حضرت مولوی صاحب کو ۱۹۰۲ء سے ۱۹۰۸ء تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مبارک مجالس میں بیٹھنے اور حضرت اقدس کی زبان مقدس سے روح پرور کلمات سننے کے بہت سے قیمتی مواقع میسر آئے۔ آپ شروع ہی سے پرجوش داعی الی اللہ تھے۔

پہلی جنگ عظیم کے دوران آپ بصرہ تشریف لے گئے اور جنرل فٹر اور مستری کے فرائض ادا کرنے کے ساتھ ساتھ غیر احمدی مسلمانوں اور غیر مسلموں میں زور شور سے تبلیغ کرتے رہے اور جولائی ۱۹۱۲ء کو قادیان واپس پہنچے۔

اپریل ۱۹۲۳ء سے جون ۱۹۲۸ء تک تحریک شدھی کے خلاف جہاد میں سرگرم عمل رہے اور بڑے بڑے تبلیغی معرکے سر کئے۔ آریہ سماجیوں سے کامیاب مناظرے کئے۔ بعض مساجد کی تعمیر نو کرائی اور ملکانہ مسلمانوں کو پھر سے اسلام کے ساتھ وابستہ کر دیا۔ حضرت مصلح موعودؓ آپ کو پوری، فرخ آباد اور ہٹیہ کے حلقہ جات کا امیر المجاہدین کے عہدہ پر مقرر فرمایا تھا۔

یہاں سے تبادلہ کے بعد آپ کو مرکز کی طرف سے لدھیانہ، انبالہ، پٹیالہ اور دھوری ریاست میں شاندار رنگ میں پیغام حق پہنچانے کی سعادت نصیب ہوئی۔

جولائی ۱۹۳۳ء سے جولائی ۱۹۴۷ء تک (مختصر وقفہ کے ساتھ جبکہ آپ کرنال وغیرہ میں متعین ہوئے) حضرت مولوی صاحب نے کشمیر میں جلسوں، مناظروں، ملاقاتوں اور اپنے پاک نمونہ اور دعاؤں سے احمدیت کی دھاک بٹھا دی اور کئی سعید روحیں آپ کے ذریعہ حلقہ بگوش احمدیت ہوئیں۔

قیام پاکستان کے بعد آپ نے کیمبل پور، جہلم اور گجرات کے دورے کر کے احمدی مہاجرین کی بحالی اور جماعتی نظم و نسق کی مضبوطی میں قابل قدر خدمات انجام دیں اور پھر ایک لمبا عرصہ تک نظارت اصلاح و ارشاد مقامی کے زیر انتظام پنجاب کے طول و عرض میں احمدیت کا نور پھیلانے میں سرگرم عمل رہے اور زندگی کے آخری سانس تک دعوت الی اللہ کا فریضہ والہانہ شان سے ادا کرتے رہے۔

ستمبر ۱۹۸۳ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد پر سڈنی (آسٹریلیا) کی مسجد بیت الہدیٰ کی بنیاد کی تاریخی تقریب میں آپ کو بھی شرکت کی سعادت نصیب ہوئی۔ ازاں بعد صد سالہ جشن تشکر کے موقعہ پر برطانیہ کے جلسہ سالانہ ۱۹۸۹ء میں بھی آپ شامل ہوئے۔ حضور نے سٹیج پر آپ کو بٹھایا اور فرمایا:۔

"اب میں ایک شخص کا تعارف آپ سے کروانا چاہتا ہوں جو آسمانی بادشاہ کے نمائندہ کے طور پر یہاں آیا ہے"۔

ازاں بعد قادیان دارالامان کے صد سالہ جلسہ سالانہ ۱۹۹۱ء پر بھی آپ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی دلی تمنا اور خواہش پر قادیان تشریف لے گئے جہاں ہزاروں احمدیوں نے مسیح محمدیؑ کے اس فدائی و شیدائی صحابی کی زیارت کی اور زمرہ تابعین میں شامل ہونے کا شرف حاصل کیا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حضرت مولوی صاحب مرحوم کو اپنی رضا کی جنت میں بلند مقامات عطا فرمائے اور تمام پسماندگان و عزیزان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔

NEW AND SECOND-HAND SPARES
SPECIALISTS IN JAPANESE CARS ALL MODELS
TJ AUTO SPARES

376 ILFORD LANE,
ILFORD, ESSEX
081 478 7851

TO ADVERTISE IN THE
AL FAZL INTERNATIONAL
PLEASE CONTACT
NAEEM OSMAN MEMON
081 874 8902/ 081 875 1285
OR FAX YOUR ADVERT FOR
A QUOTE ON 081 875 0249

احمدیت کی تاریخ میں ۱۰ جون کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ آج سے بارہ سال قبل ۱۰ جون ۱۹۸۲ء کو (حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کے وصال سے اگلے روز) کاروان احمدیت کی امامت کی ذمہ داری حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے کندھوں پر منتقل ہوئی۔ ایک موقعہ پر حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے فرمایا تھا۔

" ...... اور اللہ تعالیٰ قیادت کا انتقال ایک کندھے سے دوسرے کندھے کی طرف اس لئے نہیں کرتا کہ اس کا ایک بندہ بوڑھا اور کمزور ہو گیا اور وہ اس کو طاقت ور اور جوان رکھنے پر قادر نہیں کیونکہ ہمارا مولیٰ ہر شئی پر قادر ہے۔ بلکہ اس لئے کہ وہ دنیا پر ثابت کرنا چاہتا ہے کہ ہر نگاہ میری طرف ہی اٹھنی چاہئے۔ بندہ بڑا ہو یا چھوٹا آخر بندہ ہی ہوتا ہے۔ تمام فیوض کا منبع اور تمام برکات کا حقیقی سرچشمہ میری ہی ذات ہے۔ یہ توحید کا سبق دلوں میں بٹھانے کے لئے وہ اپنے ایک بندے کو اپنے پاس بلا لیتا ہے اور ایک دوسرے بندہ کو کہتا ہے کہ اٹھ اور میرا کام سنبھال ......" ۔ (الفضل ربوہ ۳ دسمبر ۱۹۶۵ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ ۸ نومبر ۱۹۶۵ء کو بعد نماز عشاء خلافت کے منصب پر فائز ہوئے تھے اور یہ اس خطاب کا ایک اقتباس ہے جو حضور نے ۹ نومبر ۱۹۶۵ء کو فجر کی نماز کے بعد مسجد مبارک ربوہ میں احباب جماعت کے سامنے فرمایا تھا۔

حضرت مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی شخصیت بہت جاذب اور پرکشش تھی۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سب سے بڑے پوتے اور حضرت مصلح موعودؓ کے فرزند اکبر تھے۔ آپ کا وجود بھی شعائر اللہ میں سے تھا۔ آپ کے بارہ میں بعض بشارات کا ذکر ازدیاد ایمان کا موجب ہوگا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے بشارت دی:۔

انا نبشرک بغلام نافلۃ لک نافلۃ من عندی

یعنی ہم ایک لڑکے کی تجھے بشارت دیتے ہیں کہ جو نافلہ ہوگا یعنی لڑکے کا لڑکا یہ نافلہ میری طرف سے ہے۔

اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سب سے چھوٹے صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کم عمری میں فوت ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مبارک احمد مرحوم کا نعم البدل دینے کی بشارت دی۔ فرمایا:

انا نبشرک بغلام حلیم ینزل منزل المبارک

یعنی ایک حلیم لڑکے کی تجھے بشارت دی جاتی ہے کہ جو منزلہ مبارک احمد کے ہوگا۔

بشارات رحمانیہ میں خالد احمدیت حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمسؓ نے حضرت مرزا ناصر احمد صاحب کے نافلہ موعود اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چھوٹے وفات یافتہ بیٹے مبارک احمد کا نعم البدل ہونے پر تفصیلی بحث کی ہے اور حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ (جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دختر تھیں) کی روایت بھی درج کی ہے۔ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ رضی اللہ عنہا

یاد ناصر

(حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کی یاد میں)

(محمود مجیب اصغر)

نے اپنے ایک مکتوب میں حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمسؓ کو لکھا۔

" ..... ناصر سلمہ اللہ تعالیٰ کو اماں جان نے اپنا بیٹا بنالیا تھا۔ اماں جان ہی کے ہاتھوں میں ان کی پرورش ہوئی۔ شادی بیاہ بھی انہوں نے کیا اور کوٹھی بنا کر دی (النصرۃ) .... حضرت اماں جانؓ "ناصر" کو "مبارک" سمجھ کر اپنا بیٹا ظاہر کرتی تھیں اور کہا کرتی تھیں "یہ تو میرا مبارک ہے"۔

(بشارات رحمانیہ صـ ۱۷)

چنانچہ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے منصب خلافت پر فائز ہونے پر منظوم کلام میں فرمایا۔

خدا کا فضل ہے اس کی عطا ہے
محمدؐ کے وسیلے سے ملا ہے
مبارک تھا یہ ام المومنینؓ کا
ہوا مقبول رب العالمین کا
نوید احمد و تنویر محمود
یہ موعود ابن موعود ابن موعود

○ ۔ ۱۹۶۵ء کے جلسہ سالانہ ربوہ پر حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ نے عورتوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

" ...... یہ بالکل درست ہے کہ جو بھی خلیفہ منتخب ہوتا ہے سب کے سر اسی طرح جھکتے، ہم سب کے دل اسی طرح شرح صدر سے اس کو قبول کرتے مگر یہ کیسا احسان مزید چاہنے والوں کے لئے کہ اس کی نشانی آپ کا موعود پوتا جس کی خاص بشارت آپ کو حق تعالیٰ نے دی تھی آپ کو کھڑا کر دیا کہ لو یہ تمہارے پیارے کا پیارا اسی مبارک وجود کا حصہ، اسی کا لخت دل، تمہارے دلوں کی تسکین، تمہاری رہنمائی اور احمدیت کی خدمت کے لئے تم کو دیا جاتا ہے۔"

(تاریخ لجنہ اماء اللہ حصہ سوم صـ ۳۳۵)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے خود اپنی خلافت کے پہلے جلسہ سالانہ (ربوہ) کے موقع پر فرمایا۔

" ...... پھر خدا نے فرمایا تھا کہ وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا۔ ایک ہی پیش گوئی بعض دفعہ کئی واقعات پر مشتمل ہوتی ہے۔ کئی لحاظ سے یہ پیش گوئی پہلے بھی پوری ہو چکی ہے لیکن اس کے ایک معنے یہ بھی تھے کہ جن چار لڑکوں کی اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بشارت دی تھی ان میں سے چوتھا لڑکا حضرت مصلح موعودؓ کے صلب سے پیدا ہوگا اور وہ بمنزلہ مبارک احمد کے ہوگا جیسا کہ خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی تحریر فرمایا ہے سو اس لحاظ سے بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ پیش گوئی پوری ہو گئی ہے۔

(خطاب جلسہ سالانہ ربوہ ۲۱ دسمبر ۱۹۶۵ء)

خود حضرت مرزا ناصر احمدؒ کے والد ماجد حضرت مصلح موعودؓ نے ان کی پیدائش سے قبل ایک خط تحریر فرمایا۔

(۱) ۔ " مجھے بھی خدا تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ میں تجھے ایک ایسا لڑکا دوں گا جو دین کا ناصر ہوگا اور اسلام کی خدمت پر کمر بستہ ہوگا"۔

(الفضل ۸ اپریل ۱۹۱۵ء)

حضرت مصلح موعودؓ کو حضرت مرزا ناصر احمدؒ کے بارہ میں قبل از وقت متعدد بشارات ہوئیں۔ ایک دو کا ذکر کرتا ہوں۔ یہ ۴ اور ۵ جون ۱۹۵۴ء کی درمیانی شب کا رویا ہے۔ فرمایا۔

" میں نے دیکھا کہ میرے سامنے کوئی شخص بیٹھا ہے اور میں نے کوئی فقرہ کہا ہے جس میں جماعت احمدیہ پر کچھ تنقید ہے میں نے محسوس کیا کہ اس دوسرے شخص نے اس تنقید کو ناپسند کیا ہے اور یہ سمجھا ہے کہ اس تنقید کو سن کر دشمن اور دوست دلیر ہو جائیں گے اور جماعت کا درجہ گرائیں گے۔

اس کے بعد میرے دو لڑکوں نے بھی اسی قسم کا کوئی فقرہ کہا اور ان دو لڑکوں میں سے ایک مرزا ناصر احمد معلوم ہوتے ہیں .... میں نے کہا کہ تم ان لڑکوں کی بات نہیں سمجھے۔ انہوں نے تو وہ کہا ہے جو میں کہلوانا چاہتا تھا۔ ان کے فقرے سے یہ مراد ہے کہ جماعت احمدیہ کے تقویٰ اور اخلاق کا مقام اونچا کرنا چاہئے اور ہم اب اس کے لئے کوشش کریں گے ...."

(ماہنامہ خالد "سیدنا ناصر نمبر" اپریل، مئی ۱۹۸۳ء)

(۲) ۔ حضرت مصلح موعودؓ کا ایک اور رویا بھی قابل ذکر ہے وہ اس طرح ہے کہ فرمایا:۔

" ..... میں واپسی کے وقت غالباً زیورک میں تھا کہ میں نے خواب دیکھی کہ میں ایک رستہ پر گزر رہا ہوں کہ مجھے اپنے سامنے ایک ریوالونگ لائٹ (Revolving Light) یعنی چکر کھانے والی روشنی نظر آئی جیسے ہوائی جہازوں کو راستہ دکھانے کے لئے منارہ پر تیز لیمپ لگائے ہوئے ہوتے ہیں جو گھومتے رہتے ہیں۔ میں نے خواب میں خیال کیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا نور ہے۔ پھر میرے سامنے ایک دروازہ ظاہر ہوا ...... میرے دل میں خیال گزرا کہ جو شخص اس دروازے میں کھڑا ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کا نور گھومتا ہوا اس کے اوپر پڑے تو خدا تعالیٰ کا نور اس کے جسم کے ذرہ ذرہ میں سرایت کر جاتا ہے تب میں نے دیکھا کہ میرا لڑکا ناصر احمد اس دروازہ کی دہلیز پر کھڑا ہو گیا اور وہ چکر کھانے والا نور گھومتا ہوا اس دروازہ کی طرف مڑا اور اس میں سے تیز روشنی گزر کر ناصر احمد کے جسم میں گھس گئی ......"

(الفضل ۸ اکتوبر ۱۹۵۵ء)

(یہ رویا کا صرف متعلقہ حصہ ہے)

○ ۔ چوہدری ولی داد خان صاحبؓ (وفات ۱۲ اکتوبر ۱۹۵۸ء) صحابی حضرت مسیح موعودؑ کا ایک رویاء بھی بشارات رحمانیہ کے صفحہ ۲۸ پر ہے۔ اس کا ایک حصہ درج ذیل ہے:۔

" .... میں قادیان میں ہوں اور وہاں اور بھی بہت سے لوگ جمع ہیں جن میں حضرت خلیفۃ المسیح الاول اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی بھی موجود ہیں اور میاں ناصر احمد صاحب جو ابھی بچے ہیں وہاں پاس بیٹھے ہیں کہ حضرت مولوی نورالدین خلیفہ اول نے تین چار بار بڑے جوش سے میاں ناصر احمد صاحب کی طرف انگلی کا اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

محمود! یہ بادشاہ ہوگا۔
محمود! یہ بادشاہ ہوگا۔
محمود! یہ بادشاہ ہوگا۔

(یہ خواب حلفیہ بیان کے ساتھ چوہدری ولی داد خان صاحبؓ کے صاحبزادے محمد شفیع صاحب ساکن مراڑہ تحصیل نارووال ضلع سیالکوٹ نے بھجوائی تھی)

○ ۔ محترم عبدالغفار صاحب مرحوم سابق امیر ضلع حیدر آباد کا ایک خواب بھی خالی از فائدہ نہ ہوگا جو کہ بشارات رحمانیہ کے صفحہ ۵۱ پر درج ہے وہ لکھتے ہیں:۔

" خاکسار نے دیکھا کہ ایک فرشتہ شکل بزرگ سورہ جمعہ کی تفسیر بیان فرما رہے ہیں اور اس میں خلافت احمدیہ کے ہونے والے واقعات کا ذکر فرما رہے ہیں کہ اس کے بعد یہ ترقی ہوگی، یہ ترقی ہوگی پھر آگے چل کر بڑے جلالی رنگ میں فرمایا:

نافلۃ لک عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا

پھر فرمایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک پوتا ہوگا جو اس خدائی سلسلہ کو مقام محمود تک پہنچائے گا اس کے بعد آپ کے چہرہ مبارک کا فوکس میرے سامنے لایا گیا کہ یہ پوتا ہے۔ میں نے فوراً عرض کیا کہ یہ تو مرزا ناصر احمد صاحب ہیں ......"

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے سولہ سترہ سال تک خلافت کی ذمہ داریوں کو نبھایا اور بھرپور خدمت کی توفیق پائی۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی توحید، اس کے اسماء و محامد کے پرچار، دلائل سکھانے، اللہ تعالیٰ کی باتیں لوگوں کو بتانے، شریعت سکھانے، ایمان تازہ کرنے کے لئے قرآن کریم کے احکام اور ان کی حکمتیں بتانے اور جسمانی، ذہنی، اخلاقی اور روحانی قویٰ کی نشوونما پیدا کرنے کی تعلیم دی۔

اس مختصر مضمون "یاد ناصر" میں اللہ تعالیٰ کی ہستی کے بارہ میں جو عرفان انہوں نے جماعت احمدیہ

کو بخشا ذیل میں اس کا ایک خاکہ پیش خدمت ہے۔

فرمایا:۔

دنیا میں اللہ تعالیٰ کے متعلق انسان نے تین نظریئے قائم کئے ہیں:

○ ایک تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہے ہی نہیں۔ ایسی ہستی جو قادر مطلق جو متصرف بالارادہ ہو اور تمام طاقتوں کا منبع اور سرچشمہ ہو ایسی کوئی ہستی نہیں یہ سب اتفاقات ہیں جو ہمیں نظر آرہے ہیں۔

○ دوسرا گروہ وہ ہے جو یہ سمجھتا ہے کہ خالق عالمین تو ہے لیکن وہ رب العالمین نہیں۔ اس کے معنی ہیں کہ بعض ضرورتوں کو تو وہ پورا کرتا ہے اور بعض ضرورتوں کو وہ پورا نہیں کرتا۔ وہ Personal اللہ پر یقین نہیں رکھتے ...... یعنی انسان سے ذاتی تعلق رکھنے والا خدا نہیں ہے۔ یہ دہریت ہی کی ایک قسم ہے۔

○ تیسرا نظریہ جو اسلام کا نظریہ ہے اسلام کی تعلیم بھی ہے اور اسلام پر عمل کرنے والوں کا مشاہدہ بھی ہے۔ وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی تمام تر قادرانہ صفات کے ساتھ جو قرآن میں بیان ہوئی ہیں موجود ہے۔ اور اپنے محبوب اور پاک اور نیک بندوں سے زندہ اور سچا اور حقیقی اور ذاتی تعلق پیدا کرتا ہے۔ .... تمام انبیاء کی یہی غرض تھی اور انہوں نے اپنے زمانہ کے حالات اور غیر ترقی یافتہ انسانی روح کی تشنگی کو دور کرنے کے لئے اس کے مطابق زندہ خدا سے تعلق پیدا کر لیا پھر انسان نے ترقی کی اور اس کے روحانی اور اخلاقی قویٰ اپنے کمال تک (بحیثیت نوع انسانی) پہنچ گئے جماعت احمدیہ میں .... لاکھوں انسان ایسے پیدا ہوئے جن کا تعلق (محبت ذاتیہ کے نتیجے میں) اللہ تعالیٰ سے پیدا ہوا اور وہ اللہ تعالیٰ کو ایسے شناخت کرتے ہیں جس طرح اپنے ماں باپ کو یا اپنی اولاد کو شناخت کرنے والے ہیں ....

جو شخص کہتا ہے کہ اللہ نہیں ہے یا جو یہ کہتا ہے کہ خدا موجود تو ہے لیکن اس کا ایک زندہ تعلق اپنے بندہ سے نہیں وہ صرف یہ اعلان کرتا ہے کہ میرا ذاتی مشاہدہ نہیں وہ بدقسمت ہے، وہ محروم ہے، وہ قابل رحم ہے۔ اس کو ہمیں اس طرف لانا چاہئے لیکن کروڑوں انسانوں کی شہادت جن کی سچائی کی شہادت ان کے زمانہ کے لاکھوں کروڑوں آدمیوں نے دی یہ بتاتی ہے کہ ایک زندہ خدا، ساری طاقتیں رکھنے والا خدا، قدرتوں کا مالک، متصرف بالارادہ ہے جو انسان سے ذاتی تعلق رکھتا ہے جسے ہم انگریزی میں پرسنل گاڈ (Personal God) کہتے ہیں ......

(الفضل ربوہ جلسہ سالانہ نمبر ۱۹۷۰ء)

○ ۔ اب تو سائنسدانوں نے اتفاق کی سائنس بنا دیا ہے اس علم کو مدون کر دیا ہے اور اس کا نام انہوں نے سائنس آف چانس رکھا ہے .... کے نتیجہ میں چوٹی کے سائنسدانوں کا ایک گروہ اس بات کی طرف آگیا تھا انہیں بھی ماننا پڑے گا کہ اس کائنات کا کوئی خالق ہے جو اس کا پیدا کرنے والا ہے۔ کوئی مدبر بالارادہ ہستی ہے جو اس دنیا کو پیدا کرنے والی ہے۔ یہ کائنات خود بخود اتفاقیہ طور پر اور بے مقصد معرض وجود میں نہیں آگئی کیونکہ اتنے چانسز (اتنے اتفاقات) اکٹھے ہو ہی نہیں سکتے۔ خصوصاً جب یہ بات ہمارے سامنے ہو کہ یہ سارے اتفاقات (جن کو دہریہ لوگ اتفاقات کہتے ہیں) اکٹھے ہو جائیں انسان کی خدمت کے لئے صرف اربوں کھربوں کی بات نہیں بلکہ اگر ان کو آپس میں ضرب دی جائے تب بھی ان کی تعداد زیادہ بنتی ہے ۔ بہر حال سائنسدانوں اور دانشوروں کا ایک طبقہ اس کائنات کو دیکھ کر اس طور سوچنے لگ گیا ہے کہ اس کا کوئی پیدا کرنے والا ہے۔ انسان فطرت صحیحہ رکھتا ہے اس کے سامنے جب یہ چیزیں آتی ہیں تو وہ اس بات کو ماننے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ ہم ان سب چیزوں کو اتفاق نہیں کہہ سکتے ضرور کوئی مدبر بالارادہ ہستی ہے جس نے اس کائنات کو پیدا کیا ہے۔

(خطبہ جمعہ ۲۹ جولائی ۱۹۷۷ مطبوعہ الفضل ربوہ ۲۶ ستمبر ۱۹۷۷ء)

○ ۔ ایک خطبہ جمعہ میں جو حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے ناروے کی مسجد کے افتتاح کے موقع پر یکم اگست ۱۹۸۰ء کو ارشاد فرمایا، بعض صفات باری تعالیٰ کا ذکر ان الفاظ میں فرمایا:۔

"........ وہ اللہ ذات واحد ہے جس کا کوئی شریک نہیں اور اس کے سوا کوئی اور عبادت کے لائق نہیں۔ وہ عالم الغیب ہے۔ وہی اپنی ذات کی حقیقی معرفت رکھتا ہے۔ اس کے سوا کوئی اس کی ذات اور صفات کا احاطہ نہیں کر سکتا۔ ہر مشہود چیز کا بھی حقیقی علم اسی کو ہے۔ اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ کائنات کا ذرہ ذرہ اس کی نگاہ میں ہے، یہ ہے اس کے احاطہ علم کی غیر محدود وسعت۔ وہ الرحمٰن ہے وہ اعلیٰ واجل ہے اور نقص سے یکسر مبرا ہے۔ امن کا سرچشمہ اسی کی ذات ہے وہ ہر قسم کے نقائص، تیرہ بختیوں اور مصائب سے پاک ہے اور سب کی پناہ وہی ہے۔ وہی حفاظت کرنے والا، کامل قدرتوں والا، غلبہ پانے والا اور بلند شان والا ہے۔ وہ سب کی حفاظت کرتا ہے اور سب پر فائق و اعلیٰ ہے اور تمام بگڑے ہوؤں کو درست کرنے والا ہے اور اپنی ذات میں کامل طور پر خود کفیل ہے۔ اللہ پیدا کرنے والا، بنانے والا اور سنوارنے والا ہے۔ تمام صفات حسنہ اس میں پائی جاتی ہیں۔ وہ قادر مطلق اور حکمتوں والا ہے۔ وہ جو چاہتا ہے اسے کرنے کی پوری قدرت رکھتا ہے۔ وہ دنیا کا مالک و آقا ہے۔ بے انتہا فضل کرنے والا اور بار بار رحم کرنے والا اور جزاء سزا کے دن کا مالک ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے جزاء سزا کا اختیار کسی اور کو نہیں دیا۔ اللہ تعالیٰ حیی وقیوم اپنی ذات میں خود کفیل اور ہر حیات کا سرچشمہ اور ہر وجود کا سہارا ہے۔ وہ اللہ اپنی ذات میں اکیلا ہے نہ اس نے کسی کو جنا نہ وہ خود جنا ہوا ہے اور کوئی نہیں جو اس کا ہمسر ہو یا اس جیسا ہو۔ سر مو انحراف کئے بغیر توحید باری پر صحیح رنگ میں ایمان لانا۔ یہ وہ عدل ہے جو ایک بندے کے لئے اپنے خالق کے بارہ میں روا رکھنا لازم ہے"۔

(دورہ مغرب ۱۴۰۰ھ صـ ۲۲۱، ۲۲۲)

○ ۔ نائجیریا کی جماعتوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:۔

"صفات الٰہیہ کے جلوؤں کو سمجھنے اور ان سے حقیقی رنگ میں استفادہ کرنے کے لئے ضروری ہے کہ آپ قرآن پڑھنے کے علاوہ فزکس اور کیمسٹری اور دوسرے سائنسی علوم بھی پڑھیں۔ اس لئے میں آپ کو یہ ہدایت کرتا ہوں کہ آپ اپنے ہر بچے اور بچی کو سکول ضرور بھیجیں اور اسے اس کی ذہنی استعداد کے مطابق اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم دلوائیں اور اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیں کہ جب تک ہم مغربی قوموں کو علم کے میدان میں شکست نہیں دیں گے وہاں اسلام غالب نہیں آئے گا۔ غلبہ اسلام کے نقطہ نگاہ سے بھی ہمارے لئے ان علوم کو حاصل کرنا ضروری ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے مہدی علیہ السلام کو یہ بشارت دی ہے کہ آپ کے ماننے والے علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنے دلائل اور نشانوں کے رو سے سب کا منہ بند کر دیں گے۔ اس بشارت کا مورد بننے کے لئے ضروری ہے کہ ہم قرآنی علوم کے ساتھ ساتھ دوسرے علوم بھی پوری جدوجہد سے حاصل کر کے علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں۔ پھر یہ بھی یاد رکھیں کہ ذہین دماغ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا عطیہ ہیں انہیں ضائع نہ ہونے دیں۔ اللہ تعالیٰ کے اس عطیہ کی قدر کریں اور ان کی قدر یہی ہے کہ اپنے بچوں کو اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم دلوائیں ۔ حصول علم کے لئے اگر ممکن ہو تو انہیں یورپ اور امریکہ بھیجیں اور اگر کسی علم کی تحصیل کے لئے ضروری ہو تو روس بھی بھیجیں۔ میں نے سائنسی ترقی کے موجودہ دور کے پیش نظر روس کو بھی خاص طور پر شامل کیا ہے .... علم جہاں بھی ملے وہاں جانا ضروری ہے ....."

(دورہ مغرب ۱۴۰۰ھ صـ ۳۷۴، ۳۷۵)

○ ۔ نائجیریا میں ہی ایک اور موقع پر فرمایا:۔

"خدا تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ ہم اس کی ذات اور صفات کا علم حاصل کریں۔ ذات و صفات باری کے علم کو عربی زبان میں عرفان الٰہی یا معرفت الٰہی کہتے ہیں یعنی اس بات کا حتی المقدور علم حاصل کرنا کہ قرآن کریم ہمیں خدا تعالیٰ کی ذات اور صفات کے بارہ میں کیا تعلیم دیتا ہے۔ وہ ہمیں بتاتا ہے کہ اللہ اس کائنات اور اس کی ہر شئی کا خالق ہے، وہ مالک ہے، علیم ہے، خبیر ہے، علام الغیوب ہے، وہ اپنی پیدا کردہ مخلوق کو ہر ایک ذرہ کو اور اس میں ودیعت کردہ خواص کو پوری تفصیل اور جامعیت کے ساتھ جانتا ہے۔ اس کا علم ہر ایک شئی پر محیط ہے کوئی چیز اس کے احاطہ علم سے باہر نہیں۔ اسی طرح تمام مادی علوم بھی اسی کی ذات اور صفات کو آشکار کرنے والے ہیں کیونکہ یہ سب علوم جنہیں عرف عام میں مادی یا دنیوی علوم کہا جاتا ہے اللہ تعالیٰ کی صفات کے مختلف جلوؤں کو ظاہر کرتے ہیں۔ جتنا تم اللہ تعالیٰ کی صفات کے جلوؤں کا علم حاصل کرو گے اتنا ہی زیادہ مادی علوم کا صحیح ادراک تمہیں حاصل ہو گا اور جتنی مادی علوم کی تحصیل تم کرو گے اتنا ہی زیادہ صفات الٰہیہ کے جلوؤں سے تمہیں آگاہی حاصل ہو گی۔ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی صفات اور کائنات میں ظاہر ہونے والے ان صفات کے جلوؤں کا علم حاصل کرو تا کہ معرفت تمہاری ترقی پذیر ہو اور تم اللہ تعالیٰ کے حقیقی عبد بنو۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کا منشاء یہ ہے کہ تم دینی علوم بھی حاصل کرو اور ہر مادی علم بھی سیکھو"۔

(دورہ مغرب ۱۴۰۰ھ صـ ۳۹۶، ۳۹۷)

○ ۔ "آج کل کی مہذب دنیا میں ایسے طبقے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ خدا تو ہے لیکن وہ ذاتی خدا نہیں ہے وہ اپنی مخلوق کے ساتھ ذاتی تعلق قائم نہیں کرتا مخلوق کو ایک دفعہ پیدا کر کے اس نے اس کے حال پر چھوڑا ہوا ہے لیکن اسلام کہتا ہے کہ خدا اپنے بندوں کے ساتھ ذاتی تعلق قائم کرتا ہے وہ ان کی دعاؤں کو سنتا اور قبول کرتا ہے اور ان سے ہم کلام ہوتا ہے وہ خود کہتا ہے "نحن اقرب الیہ من حبل الورید" کہ ہم انسان سے اس کی رگ جان سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ دروازہ کھٹکھٹاؤ تمہارے لئے کھولا جائے گا۔ لیکن دروازہ انہی کے لئے کھولا جاتا ہے جو عاجزی اختیار کرتے ہیں اور کمال عجز و انکسار کے ساتھ اس کے در پر حاضر ہوتے ہیں"۔

(دورہ مغرب ۱۴۰۰ھ صـ ۳۷۶، ۳۷۷)

○ ۔ "اس کائنات کی بنیادی حقیقت توحید باری تعالیٰ ہے ۔ زندگی کا سرچشمہ یہی بنیادی حقیقت ہے اگر اس چشمہ سے انسان کا تعلق منقطع ہو جائے تو پھر زندگی بے معنی ہو کر رہ جاتی ہے اور انسان ظلمات میں بھٹکنے لگتا ہے اور اپنی زندگی کے مقصد سے دور جا پڑتا ہے لہٰذا ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی بے ہمتا ذات اور اس کی غیر محدود صفات کا علم حاصل کریں تا کہ ہم دنیا میں بامقصد زندگی گزار سکیں اس بنیادی حقیقت کو ذہن نشین کرانے اور تمام بنی نوع انسان کا زندگی کے سرچشمہ سے تعلق جوڑنے کی غرض سے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا ظہور ہوا اور اسی لئے آپ بیک وقت تمام انسانوں اور قیامت تک زمانوں کے لئے رسول بنا کر بھیجے گئے"۔

(دورہ مغرب ۱۴۰۰ھ صـ ۵۲۳، ۵۱۴)

اگر تم اپنے کاموں میں برکت چاہتے ہو

سیدنا حضرت فضل عمرؓ فرماتے ہیں:۔

"...... جس کو خدا اپنی مرضی بتاتا ہے، جس پر خدا اپنے الہام نازل فرماتا ہے، جس کو خدا نے اس جماعت کا خلیفہ اور امام بنا دیا ہے، اس سے مشورہ اور ہدایت حاصل کر کے تم کام کر سکتے ہو۔ اس سے جتنا تعلق رکھو گے اسی قدر تمہارے کاموں میں برکت پیدا ہو گی۔

.... وہ شخص سلسلہ کا مفید کام کر سکتا ہے جو اپنے آپ کو امام سے وابستہ رکھتا ہے۔ اگر کوئی شخص امام کے ساتھ اپنے آپ کو وابستہ نہ رکھے تو خواہ وہ دنیا بھر کے علوم جانتا ہو وہ اتنا کام بھی نہیں کر سکے گا جتنا بکری کا بکروٹا کر سکتا ہے"۔

(الفضل ۲۰ نومبر ۱۹۳۶ء)

Al Fazl International Weekly, London
16 Gressen Hall Road, London SW18 5QL (U.K)
ISSN: 1352 9587
TELEPHONE NO. 081-870 8517
FAX NO. 081-870 1095

خداتعالیٰ سے تعلق اور رابطہ کے [illegible] مصنوعی ماحول یا جگہ کی ضرورت

سیٹلائٹ کے ذریعہ ساری دنیا میں احمدیت کا پیغام پہنچ رہا ہے
خدا کے پیغام کو اب کوئی نہیں روک سکتا

(ناصرباغ، جرمنی میں دلچسپ مجلس سوال و جواب)

(جرمنی) ـ ۲۸ مئی بروز ہفتہ ناصرباغ گروس گیراؤ میں دوپہر کے وقت جرمن اور دیگر اقوام سے تعلق رکھنے والے زیر تبلیغ افراد کے ساتھ ایک نہایت دلچسپ مجلس سوال وجواب منعقد ہوئی جس میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے حاضرین کے سوالوں کے جواب دئے۔ حضور نے تمام سوالوں کے جواب انگریزی میں ارشاد فرمائے جن کا مختلف زبانوں میں رواں ترجمہ پیش کیا جاتا رہا۔

اس سوال کے جواب میں کہ کیا الہام الٰہی صرف چند منتخب لوگوں سے ہی خاص ہے یا ہر انسان الہام الٰہی کا مورد ہو سکتا ہے اور یہ کہ مسجد میں عبادت خاموشی سے کرنی چاہئے تاکہ انسان خدا کی آواز کو سن سکے ـ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ خیال کہ عبادت کے لئے مکمل خاموشی کا ہونا ضروری ہے تاکہ انسان خدا کی آواز سن سکے یہ خیال Cultism سے نکلا ہے۔ اگر آپ اپنے ارد گرد کے ماحول پر قدرتی مناظر پر نظر ڈالیں تو معلوم ہو گا کہ خدا کی مخلوق میں ہر چیز میں کچھ پیغامات ہیں۔ صرف آپ کے پاس وہ آنکھیں ہونی چاہئیں جو ان پیغامات کو دیکھیں اور وہ کان چاہئیں جو ان پیغامات کو سنیں۔ حضور نے فرمایا اس کا ایک پہلو یہ ہے کہ اندرونی طور پر ہر انسان فطرت صحیحہ پر پیدا ہوا ہے اگر وہ اپنی فطرت کی آواز کو سنے تو وہ گمراہ نہیں ہو سکتا۔ خواہ آپ دنیا کے کسی خطہ میں ہوں، کسی قوم سے تعلق رکھتے ہوں اگر آپ اپنے صاف کا کی آواز سنیں تو وہ ایک ہی آواز ہے اس کا ایک ہی پیغام ہے۔ خداتعالیٰ نے انسانی فطرت میں جو آواز رکھی ہے اسے سننے کے لئے کسی مصنوعی ماحول، خاموش چیمبرز یا کم روشنی والے کمروں کا ہونا ضروری نہیں۔ حضور نے مثال دیتے ہوئے فرمایا کہ مثلاً فطرت صحیحہ کہتی ہے کہ جھوٹ بولنا بری بات ہے مگر جب لوگ چوری کرتے ہیں، ڈاکے ڈالتے ہیں، جھوٹ بول کر سزا سے بچنے کے حیلے کرتے ہیں تو کیا وہ یہ آواز نہیں سنتے؟ وہ یہ آواز سنتے ہیں مگر اس آواز پر کان نہیں دھرتے، اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔ حضور نے فرمایا کہ آج بوزنین کے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے سب لوگ جانتے ہیں کہ ان سے ظلم ہو رہا ہے۔ ان کی فطرت کی یہی آواز ہے کہ وہ مظلوم ہیں اور ان سے زیادتی ہو رہی ہے لیکن ایک طرف فطرت کی یہ آواز ہے اور دوسری آواز سیاستدانوں کی ہے جو ظلم کی آواز ہے۔ حضور نے فرمایا کہ خدا سے تعلق اور رابطہ کے لئے کسی مصنوعی ماحول یا جگہ کی ضرورت نہیں۔ ہر شخص مسلسل اپنے خالق اللہ سے Communion میں ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ بندہ اس کی آواز سنے یا نہ سنے۔ حضور نے فرمایا کہ وہ لوگ جو خداتعالیٰ کی پیدا کردہ فطرت کی آواز کو سنتے ہیں وہی اس بات کے اہل ہوتے ہیں کہ وہ دوسری آوازوں یعنی کشف، الہام، رویا صادقہ وغیرہ کے ذریعہ بھی خدا سے مکالمہ کا شرف پائیں۔ جو انسان روز مرہ کے معمولات میں خدا کی پیدا کردہ فطرت کی آواز کو سنتے ہیں وہی خدا کے الہام کی آواز کو سننے کے لئے چنے جاتے ہیں۔

حضور نے فرمایا کہ خداتعالیٰ سے تعلق اور رابطہ کے لئے کسی خاص قسم کی معین دعا کی ضرورت نہیں۔ عبادت الٰہی ہی خدا سے رابطہ کا ذریعہ ہے۔ صرف اسلامی طریق نماز کو اختیار کرنا لازمی نہیں بلکہ مسلمان ہونے سے پہلے اگر آپ ایمانداری اور خلوص کے ساتھ اپنے مذہب کے طریق عبادت کو گہرے غور، سنجیدگی اور صحیح نیت سے اختیار کریں گے تو خدا تک پہنچ جائیں گے۔ اگر آپ کی نیتیں صاف ہیں، اگر واقعی خدا سے دلی محبت ہے تو اس وقت راستہ اہمیت نہیں رکھتا۔ آپ جس رستہ سے بھی خدا تک پہنچنے کی کوشش کریں گے خداتعالیٰ خود آپ کی رہنمائی فرمائے گا۔ قرآن مجید نے اس مضمون کو اس طرح بیان فرمایا ہے کہ "والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا" یعنی وہ لوگ جو ہم تک پہنچنے کی کوشش کریں گے ہم انہیں اپنے رستوں کی طرف ہدایت دیں گے۔ خدا تک پہنچنے کے لئے خلوص محبت اور صحیح نیت کا ہونا ضروری ہے۔

تقدیر کے حوالے سے اس سوال کے جواب میں انسان مجبور ہے یا مختار حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ انسان مجبور بھی ہے اور مختار بھی۔ ہر انسان کا ایک دائرہ اختیار ہے۔ جس میں وہ خود فیصلہ کرتا ہے اور ہر انسان اسی حد تک جوابدہ ہے "لایکلف اللہ نفسا الا وسعھا" لیکن جہاں اس کی طاقت اور اختیار ختم ہوتا ہے وہاں وہ خدا کی تقدیر کے آگے مجبور ہو جاتا ہے۔

اس سوال کے جواب میں کہ حضرت امام مہدیؑ کی بعثت کا ایک مقصد دنیا میں امن قائم کرنا ہے لیکن اگر کوئی احمدیوں پر حملہ کرے تو کیا احمدی اس کا مقابلہ کریں گے؟ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جہاں تک مذہبی حکم کا تعلق ہے خواہ کوئی مسلمان ہو یا غیر مسلم اگر اس پر کوئی ناحق حملہ کیا جاتا ہے تو وہ اپنے دفاع کا حق رکھتا ہے ـ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہاں تک فرمایا ہے کہ اگر تم اپنی جائداد کی حفاظت کرتے ہوئے مارے جاؤ تو شہید کہلاؤ گے۔ یہ صرف مسلمانوں کا ہی حق نہیں بلکہ ہر انسان کا حق ہے اور وہ یہ حق استعمال کر سکتا ہے لیکن احمدیوں کا معاملہ اس عمومی مسئلہ سے مختلف ہے۔ ہمارا معاملہ لوگوں کے دل جیتنے کا ہے اگر ہر موقعہ پر اسی طرح یہ حق استعمال کیا جائے تو اس سے دشمنی بڑھے گی لیکن اگر خدا کی خاطر صبر سے کام لیا جائے تو جیسا کہ قرآن کریم میں ذکر ہے اکثر صورتوں میں صبر کرنا مقابلہ کرنے سے بہتر ہے۔ اور پھر صبر کرنے والوں کو خداتعالیٰ کی معیت نصیب ہوتی ہے۔ اور وہ خود ان کا محافظ ہوتا ہے۔ اور اس کے نتیجہ میں لوگوں کے دل ان کی طرف پھیرے جاتے ہیں۔ حضور نے مثال کے طور پر ابتدائی عیسائیوں کا ذکر فرمایا جو شدید مظالم کا نشانہ بنائے گئے۔ ان کا حق تھا کہ وہ دشمنوں کا مقابلہ کرتے لیکن انہوں نے صبر دکھایا اور ایک لمبا عرصہ یہ مظالم برداشت کرتے رہے اور پھر وہ وقت بھی آیا کہ لوگوں کے دل ان کی طرف مائل ہوئے اور بڑی تیزی سے عیسائیت دنیا میں پھیلی۔

ایک عرب دوست کے سوال کا جواب دیتے ہوئے حضور انور نے فرمایا کہ عرب حکومتیں جماعت کا لٹریچر اپنے ملک میں نہیں پہنچنے دیتیں جس کی وجہ سے اکثر عرب، احمدیت سے متعلق یا تو بالکل بے علم ہیں یا کئی قسم کی غلط فہمیوں کا شکار ہیں لیکن اب سیٹلائٹ کے ذریعہ ساری دنیا میں احمدیت کا پیغام پہنچ رہا ہے اور کئی عرب ہمارے پروگرام دیکھتے ہیں۔ خدا کے پیغام کو اب کوئی روک نہیں سکتا۔

ایک صاحب نے سوال کیا کہ کیا یہ درست ہے کہ احمدیوں کو حج سے روکا گیا ہے؟ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ پاکستان کی حکومت نے احمدیوں کو صرف حج سے ہی نہیں روکا بلکہ اب سعودیوں اور رابطہ عالم اسلامی کے ذریعہ یہ پروپیگنڈا کیا جا رہا ہے کہ (۱) احمدیوں کو مسلم حکومتوں نے غیر مسلم قرار دیا ہے۔ (۲) احمدیوں کا کلمہ شہادہ کے اقرار سے روک دیا گیا ہے۔ (۳) احمدیوں کو مسجدیں بنانے سے روکا گیا ہے۔ (۴) احمدیوں کو اپنے آپ کو مسلمان کہنے اور مسلمانوں کی طرح عبادت کرنے سے روکا گیا ہے۔ (۵) احمدیوں کو حج سے روکا گیا ہے اس لئے یہ سب باتیں اس امر کا قطعی ثبوت ہیں کہ احمدی مسلمان نہیں۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر یہ سب اقدامات احمدیت کو جھوٹا ہونے پر گواہ ہیں تو آیئے دیکھیں کہ تاریخ میں اس سے پہلے کب اور کس کے متعلق ایسے اقدامات ہوئے۔ تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں یہ تمام اقدامات خود حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کے خلاف اختیار کئے گئے تھے۔ انہیں کلمہ شہادۃ کے اقرار سے روکا گیا۔ انہیں اپنے آپ کو مسلمان کہنے کی اجازت نہیں تھی۔ انہیں مسجد بنانے اور نمازیں پڑھنے سے روکا گیا۔ حضور نے فرمایا کہ اگر یہ باتیں کسی کے غیر مسلم ہونے کا ثبوت ہیں تو پھر حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے متبعین کا مذہب کیا تھا؟ حقیقت یہ ہے کہ جماعت احمدیہ کے خلاف یہ سب اقدامات اس امر کا نہایت قوی ثبوت ہیں کہ جن سے یہ سلوک کیا جا رہا ہے وہی اصلی اور پکے مسلمان ہیں۔

مذہب اور سیاست کے باہمی تعلق کے بارہ میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مذہب کا دائرہ الگ ہے اور سیاست کا الگ لیکن کبھی کبھی یہ دونوں دائرے ایک دوسرے سے ملتے بھی ہیں۔ لیکن اس کے متعلق قرآن کریم میں ایک رہنما اصول بیان ہے۔ اور یہ حکم ہے کہ "ان اللہ یامرکم ان تؤدوا الامانات الی اھلھا" یعنی تم اپنے اعتماد، اپنا ووٹ، حکومت کے انتخاب کا اپنا حق صحیح استعمال کرو اور انہیں ذمہ داریاں سپرد کرو جو ان کے اہل ہیں۔ یہ اسلامی سیاست ہے اور اس کا دوسرا بنیادی اصول یہ ہے کہ جب حکومت بن جائے تو پھر Absolute Justice کے ساتھ معاملات طے کیا کرو۔ "واذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل" یہاں اللہ تعالیٰ نے "ان تحکموا بالشریعۃ" نہیں فرمایا بلکہ "ان تحکموا بالعدل" فرمایا ہے۔

تم کیا جانو اس الفت میں کیا رنج اٹھانے پڑتے ہیں
جو راز چھپانے ہوتے ہیں وہ راز بتانے پڑتے ہیں
ایسی بھی مصیبت آتی ہے اس دل کی لگی کے ہاتھوں سے
اپنوں کے علاوہ غیروں کے احسان اٹھانے پڑتے ہیں
تم پھول کہو یا داغ انہیں لیکن یہ حقیقت ظاہر ہے
وہ زخم ہرے ہوجاتے ہیں جو زخم دکھانے پڑتے ہیں
فرقت کی سحر تو ہوتی ہے پر رات کے جانے جانے تک
اشکوں کے ستارے آنکھوں سے رہ رہ کے گرانے پڑتے ہیں
یہ جان وفا، یہ راحت جاں، تو عام جنوں کے عنواں ہیں
کچھ نام تمہارے وہ بھی ہیں، جو لکھ کے مٹانے پڑتے ہیں
آداب محبت کی خاطر اس بزم جہاں میں اے مصلح
ایسے بھی بہت سے گیت ہیں جو آنکھوں سے سنانے پڑتے ہیں

(مصلح الدین احمد راجیکی مرحوم)